جون 88ء

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَزَكَّىٰ ۝ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلَّىٰ (القرآن الکریم)

وہ فلاح پاگیا جس نے تزکیہ کرلیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہوگیا۔

اَلْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ — مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرے

(الحدیث)

ماہنامہ

المرشد

چکوال

بیاد

شیخ العرب والعجم، صدیقِ دوراں، مجددِ طریقت، مجتہد فی التصوف، بحرِ علوم شریعت، قلزمِ فیوض و برکات،
امام اولیاء، شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ حضرت العلام اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

مقامِ اشاعت

دارالعرفان ۔ منارہ ۔ ضلع چکوال

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

جلد: ۹ شمارہ: ۱۰

سرپرست
حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

ماہنامہ

المرشد

دار العرفان منارہ ضلع چکوال

شوال ۱۴۰۸ھ

جون ۱۹۸۸ء

مدیر مسئول
پروفیسر حافظ عبد الرزاق
ایم اے (اسلامیات)، ایم اے (عربی)

مدیر
تاج رحیم

اس شمارے میں

اداریہ ۲
فطرت انسان اور اللہ ۴
چند اہم پیشین گوئیاں ۱۰
وہ کون تھا ؟ ۱۷
دھماکے اور دھماکہ ۲۰
رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادبی عظمت ۲۱
نفاذ اسلام ۲۴
تاتاریوں کی یلغار اور گمنام صوفیاء ۲۸
رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں بکف ساتھی ۳۱
امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ۳۵
نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۲
پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں ۵۱
• مجاہد کی اذان اور • جستہ جستہ • آپ کی رائے
• اقتباسات • احادیث اور دورہ امریکہ کا پروگرام

بدل اشتراک

چندہ سالانہ	—	۷۵ روپے
ششماہی	—	۴۰ روپے
فی پرچہ	—	۷ روپے

— بیرون ممالک کیلئے سالانہ چندہ —

سعودی عرب، کویت، سری لنکا، بحارت	—	۱۷۰ روپے
متحدہ عرب امارات، مسقط	—	۱۸۰ روپے
یورپ — ۲۰۰ روپے، لیبیا	—	۲۰۰ روپے
امریکہ، کینیڈا	—	۲۲۵ روپے
تاحیات	—	۱۰۰۰ روپے

سول ایجنٹ:
اویسیہ کتب خانہ
الوہاب مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

طابع و ناشر: حافظ عبد الرزاق ○ مطبوعہ: شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور ○ مقام اشاعت: دار العرفان منارہ، ضلع چکوال

اداریہ

اِسلام میں ہر ماہ اور ہر مہینے کے ہر دن، ہر دن کی ہر گھڑی سے کوئی نہ کوئی برکت وابستہ ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ اللہ کریم ہمیں پہچان کے ساتھ ذوق طلب دیں اور وہ برکات نصیب فرمائیں۔ اسلام نے جہاں اور بہت سی مثبت تبدیلیاں کی ہیں وہاں جنگ کو بھی بدل دیا اور اس کی جگہ جہاد کو فرض قرار دیا جنگ معاشرے میں دو افراد کے ذاتی مفادات کے ٹکراؤ کا نتیجہ بھی ہو سکتی ہے اور دو معاشرے، دو ملکوں اور دو حکومتوں کے درمیان بھی مگر اس کا اصل سبب وہی ایک ہے کہ ایک کا وجود دوسرے کیلئے نقصان کا سبب بن رہا ہے اور وہ یہ سب کچھ برداشت کرنے کو تیار نہیں جس کا نتیجہ جنگ کی صورت میں سامنے آتا ہے، اور جنگ میں غالب فریق بھی صرف غلبہ نہیں چاہتا بلکہ مغلوب کا زور ہمیشہ کے لیے ختم کر دینا چاہتا ہے اس کی شوکت توڑ دینا چاہتا ہے اور ایسے ایسے نقصانات پہنچائے جاتے ہیں کہ کمر ٹوٹ جائے۔ اور یہ فریق یا قوم یا ملک کبھی سر نہ اُٹھا سکے۔ مگر اسلام یہ سب کچھ نہیں کرتا۔ یہاں سرے سے ذاتی مفادات کا کوئی جھگڑا ہی نہیں اس لیے جنگ نہیں لڑی جاتی جہاد کیا جاتا ہے۔ جہاد جُہد سے مشتق ہے جس کے معنی بہت زیادہ کوشش کرنے کے ہیں۔ اس میں کوشش بھی یہ کی جاتی ہے کہ کسی کے ساتھ بھی ظلم و زیادتی نہ ہونے پائے اور کوئی بڑے سے بڑا ظالم ظلم سے باز آجائے تو اُسے ذلیل نہیں کیا جاتا انصاف مہیا کیا جاتا ہے کافر اسلام قبول کرلے تو اسی آن سے اسلامی حقوق حاصل ہو جاتے ہیں اگر صلح کرے تو اُسے قبول کیا جاتا ہے بشرطیکہ اللہ کی زمین پر، اللہ کے بندوں پر ظلم و زیادتی نہ کرے، جزیہ دے تو اسلامی حکومت اس کی حفاظت کی ذمہ دار بھی ہوتی ہے اور جہاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کا حصہ ہے۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں یعنی کائنات کے لیے رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاد بھی رحمت ہے۔ ظالم اور مظلوم دونوں کے حق میں کہ مظلوم کو ظلم سے نجات دلاتا ہے نظالم کو مزید ظلم میں مبتلا ہونے سے روکتا ہے اس کے حق میں بھی رحمت ہے اور مجاہد یا جہاد کرنے والا اگر شہید ہو گیا تو مقصد حیات پا گیا ورنہ جہاد کا ثواب بہت ہی زیادہ ہے جو اسے نصیب ہوتا ہے۔

اِسلام نے مدینہ منورہ میں پناہ نہیں لی بلکہ پہلے روز ہی ریاست کی بنیاد رکھ دی۔ اہل مکہ کا خیال تھا کہ یہ لوگ بے گھر ہو کر تباہ حال اور ختم ہو جائیں گے مگر ابن ابی نے جا کر جو خبر دی اس کے لحاظ سے تو وہ ایک ریاست بن رہی تھی۔ اس کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے تجارتی سفر کیا گیا جس کا سارا نفع اس کام پر خرچ ہونا تھا۔ واپسی پر مسلمان اس قافلے کو روکنے کے لیے نکلے، مشرکین مکہ بچانے کے لیے۔ قافلہ دونوں سے بچ کر نکل گیا اور یہ دو طاقتیں روبرو تھیں ایک مکہ کی تربیت یافتہ فوج کے ہزار شہ سواروں پر مشتمل اور دوسری بچوں، جوانوں، بوڑھوں اور مہاجر و انصار ملا کر ۳۱۳، جن میں سے اکثر کے پاس لباس تک پورا نہ تھا اور یہ نرالی جنگ اہل مکہ

کی طرف سے تھی اور مسلمانوں کی طرف سے جہاد، جنگ اور جہاد کا یہ ٹکراؤ رمضان المبارک میں ہوا۔ یہی وہ میدان ہے جہاں اللہ کے قرآن کی شہادت کے مطابق اہل مکہ کے ساتھ شیطان بھی آیا تھا اور کہا تھا "انی جار لکم" آج میں تمہارے ساتھ ہوں۔ " اپنی پوری طاقتوں کے ساتھ۔ مگر میدان سے بھاگ کھڑا ہوا یہ کہتے ہوئے "انی اری ما لا ترون" جو میں دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں نظر نہیں آرہا۔ یہ ۲ ہجری کا رمضان المبارک تھا اور صحابہؓ کی طرف سے لڑنے کے لیے آسمانوں سے فرشتے بھی نازل ہوئے تھے جو ابلیس نے کہا کہ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آرہا۔ پھر نتیجہ کفار کی ہلاکت و تباہی، ۷۰ قتل ہوئے اور ۷۰ قید ہوئے۔ کوئی قابل ذکر آدمی جو اس جنگ میں اہل مکہ کی طرف سے شامل تھا بچ نہ سکا۔ یا مارا گیا یا قید ہوا۔ جس کے بدلے کو چکانے کے لیے شوال ۳ ہجری کو اہل مکہ نے حملہ کیا جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خدام نے احد میں روکا جو غزوہ احد کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں ۷۰ کے قریب مسلمان شہید ہوئے۔ اور تقریباً سبھی زخمی ہوئے۔ اور بہت ہی کم کوئی زخموں سے بچ سکا۔ جنگ تو مسلمانوں نے جیتی مگر اجتہادی غلطی نے بہت زیادہ تکلیف اٹھوا دی اگرچہ بہت سے لوگوں کو مرتبۂ شہادت بھی تو نصیب ہونا تھا۔ اسی جنگ میں رخ انور میں خود کی کڑیاں بھی اتر گئیں اور دندان مبارک شہید ہوئے صلی اللہ علیہ وسلم۔ مسلمانوں نے اہل مکہ کا تعاقب بھی کیا مگر حال یہ تھا کہ کچھ دور ایک آدمی دوسرے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر چلتا اور پھر وہ اس کے کندھے پر رکھ لیتا۔ یوں باری باری ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے تقریباً پانچ یا سات میل تک اہل مکہ کو بھگاتے مارتے چلے گئے۔ میدان سے بھاگتے وقت اہل مکہ کے رئیس نے پکار کر چند باتیں کہی تھیں جن کا جواب مسلمانوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے دیا تھا۔ آخری بات یہ تھی کہ اگلے ماہ یعنی ذیقعدہ میں پھر بدر کے مقام پر مقابلہ ہوگا۔ حق و باطل کا معرکہ ہوگا۔ اہل مکہ ظلم و جور کے غلبے کے لیے اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام ظلم کے خلاف جہاد کے لیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ٹھیک ہے۔ اب ۷ شوال کو احد کے زخمی بھلا بائیس دنوں میں تلواروں کے گھاؤ کیا خاک بھریں گے اور کس طرح چل پھر سکیں گے۔ ان سے جہاد کی توقع تو بڑی عجیب بات ہے۔ دوسری طرف نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا وعدہ ہے، اب کیا ظہور پذیر ہوتا ہے۔

کچھ لوگوں نے جو ہر دور میں پائے جاتے ہیں اور نہ صرف بغیر فیس کے مشورہ دیتے ہیں بلکہ کوئی ان کا مشورہ سنے تو اسے چائے کا کپ بھی پیش کرتے ہیں، اپنا کاروبار پھیلایا اور مشورہ دینا شروع کیا۔ بھئی ایسی بھی کیا بات ہے۔ ابھی شوال میں تو احد کا معرکہ گرم تھا۔ شہیدوں کے کفن تازہ ہیں اور زخمیوں کا خون رس رہا ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اگلے ہی مہینے ذیقعدہ میں بدر کو سدھاریں۔ اب مکے والے بھی تو ایسے کمزور اور گئے گزرے نہیں۔ احد میں انھوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے بدر کا وعدہ کر کے گئے ہیں تو یقیناً زیادہ تیاری سے آئیں گے تو اللہ کریم کی طرف سے پیغام آیا اور وحی نازل ہوئی فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَاللَّهُ أَشَدُّ بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا ۝ اے میرے حبیب میرے دشمنوں سے اور میرا راستہ روکنے والوں سے، میرے دین کا راستہ روکنے کی ناکام کوشش کرنے والوں سے قتال کیجیے۔ یہاں لفظ قتال شدت جنگ پہ دلالت کرتا ہے کہ ان ظالموں سے بہتری کی امید نہیں اور اگر خدانخواستہ کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے پر رضامند یا تیار نہ ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور اپنی جان کے ذمہ دار ہیں۔ اکیلے تشریف لے جائیے مگر کفر و شرک اور گمراہی کے مقابلہ پہ ضرور جائیے۔ ہاں مسلمانوں کو اس کی اہمیت و ضرورت کا احساس دلا دیجیے۔ اور یہ بتا دیجیے کہ اللہ چاہے تو مکے والوں کو لڑنے ہی نہ دے چاہے تو اکیلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح دے اور ان کو شکست اور چاہے تو بغیر جنگ کے اپنے اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو تباہ کر دے، یہ سب اس کا اپنا کام ہے۔ ہاں جس کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف پایا اس نے اپنا فائدہ حاصل کر لیا، اللہ کو راضی کر لیا۔ انسان اللہ کا محتاج ہے اللہ کو انسان کی احتیاج نہیں بلکہ اللہ تو جنگ میں بھی زبردست ہے اور بغیر جنگ کے پکڑے تو بھی اس کے عذاب بہت سخت ہیں ——— چنانچہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ستر جاں نثاروں کے ساتھ ذیقعدہ کے مہینے میں بدر تشریف لے گئے جن میں بیشتر احد کے زخمی تھے مگر حق غلامی ادا کرتے رہے۔ اللہ نے اہل مکہ پر ہیبت طاری کر دی اور انھیں بدر میں آنے کی جرأت ہی نہ ہوئی بلکہ مسلمان بہادروں کی دھاک اور بیٹھ گئی۔ مورخین اسے بدر صغریٰ لکھتے ہیں۔ یہ مبارک مہینہ اپنی دیگر تمام برکات کے ساتھ ان یادوں کا امین بھی ہے۔ ہم نے بھی وعدہ کیا ہے اللہ کے ساتھ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت و فرمانبرداری کا۔ شیاطین کے ساتھ قتال و مقابلے اور جنگ کا۔ آئیے اس مہینے میں اپنا جائزہ لیں۔ عقائد کے پہلو سے کہ کیا ہمارے عقائد وہی ہیں جو ایک مسلمان کے ہونے چاہئیں اور جو واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم فرمائے ہوئے ہیں یا محض رسوم کا نام اسلام تو نہیں رکھ چھوڑا۔ دوسرے درجے میں اعمال کے پھر دو حصے ہیں۔ عبادات یعنی حقوق اللہ اور معاملات یعنی حقوق العباد۔ تو ان سب میں ہم کہاں تک واقعی عمل کر رہے ہیں اور کس قدر کمی یا کم ہمتی کا شکار ہیں۔ آئیے پھر اس ماہ مبارک میں نفس اور شیطان کے خلاف میدان میں اتریں۔ اس دعا کے ساتھ کہ اے اللہ ہم کمزور ہیں تو ہماری عاجزانہ کوششوں میں برکت فرما اور ہمیں ہمت عطا فرما کہ نفس اور شیطان کو شکست دے کر تیری اور تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سرخرو ہو سکیں

فقیر محمد اکرم

اسرار التنزیل

فطرت انسان اور اللہ

مولانا محمد اکرم

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۙ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا وقفه فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ (سورہ الروم)

اپنے آپ کو یا اپنا رُخ بالکل سیدھے دین کی طرف اور بالکل سیدھا کر لو۔ اللہ کریم فرماتے ہیں تخلیقی طور پر میں نے کسی انسان کو ایسا نہیں بنایا کہ اُسے بُرائی اچھی لگتی ہو۔ ہر انسان فطرۃً بھلائی کو، نیکی کو، اچھائی کو پسند کرتا ہے اللہ نے انسان کی تخلیق میں یہ بات رکھی ہے اس لیے کوئی شخص گناہ سے مطمئن نہیں ہو سکتا، کفر سے، بُرائی سے، شرک سے، گناہ سے، لوگوں کو کیوں اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔ کفار کا اتنا بڑا معاشرہ، جو کفر سے بھرا پڑا ہے، اِن کے پاس حکومتیں، سلطنتیں، دولت، مکان، موٹریں، سب چیزیں ہیں۔ چلو جو لوگ مفلس ہیں یا جو لوگ دولت نہیں رکھتے اور گناہ گار ہیں اُن کے متعلق تو ہم کہہ دیتے ہیں کہ بے قرار ہیں اِن کے پاس پیسہ نہیں ہے یا ان کے پاس اقتدار اختیار نہیں ہے لیکن جن کے پاس اقتدار بھی ہے، دولت بھی ہے، اُن کی گناہگارانہ زندگی اُن کو سکون کیوں نہیں دیتی۔ وہ کیوں آرام سے نہیں جی سکتے۔ اس لیے کہ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِىْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ فطرتاً تخلیقی طور پر رب کریم نے انسان کو اچھائی پسند بنایا ہے وہ مطمئن ہوتا ہے عقیدے کی صحت سے، وہ مطمئن ہوتا ہے عمل کی صحت، اچھا عقیدہ، اچھا عمل، انسان کو سکون بخشتا ہے خواہ اُس کے پاس دولت نہ بھی ہو، اقتدار و اختیار نہ بھی ہو، تو نیکی سے اُسے اس لیے سکون ملتا ہے کہ اللہ پاک فرماتے ہیں کہ فطرتِ انسانی کو میں نے ایسا ہی بنایا ہے کہ وہ سیدھی بات پسند کرتا ہے سیدھا عقیدہ بغیر آمیزش کے ہو، عمل بغیر ہیرا پھیری کے ہو، بالکل سیدھا۔ اور دینِ اسلام سب سے زیادہ سیدھا راستہ ہے تو اللہ فرماتے ہیں جب تم لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ۔ اللہ کی تخلیق کو تو تم بدل نہیں سکتے۔ کوئی بھی نہیں بدل سکتا جو چیز رب کریم نے جیسی بنائی ہے اور اس کا جیسا مزاج بنایا ہے وہ ویسے ہی رہتی ہے ایک منطق کا اصول ہے کہ

"قلبِ ماہیت جائز نہیں" یعنی چیز کی اصل کو نہیں بدلا جا سکتا وہ ویسی ہی رہتی ہے۔ آپ اس پر رنگ کریں، روغن کریں آپ لکڑی کا کھلونا بنائیں، موٹر بنائیں دروازہ بنائیں، چھت بنائیں لیکن اُس کا اصل کے اندر اُس کا لکڑی ہونا جو ہے وہ موجود رہے گا۔ آپ لکڑی کو لوہا نہیں بنا سکتے اس کی اصل جو تخلیق ہے وہ باقی رہے گی۔ اسی طرح انسان کی فطری تخلیق یہ ہے کہ یہ اچھائی پر ہو نیک عقیدے پر ہو، نیک عمل کرے، نیک راستے پر چلے اور نیک انجام کو پہنچے۔ یہ ہے اس کی فطرت۔

جب اس کے خیالات خراب ہوں گے تو خلافِ فطرت بات ہوگی کبھی بھی بد عقیدہ آدمی سکون سے جی نہیں سکے گا جب اعمال خراب ہوں گے اس کی فطرت کے خلاف ہے کوئی بھی گناہ گار آدمی سکون سے نہیں جی سکے گا، اندر ہی اندر خود پریشان ہوگا خود بے چین ہوگا تو سب سے سیدھا سب سے صحیح راستہ کونسا

ہے یعنی اسلام۔

تو اللہ کریم فرماتے ہیں

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ط۔ تو پھر آپ اپنی سمت سیدھی کیوں نہیں کر لیتے ! دین حنیف کی طرف، کھرے دین کی طرف، صاف صاف دین کی طرف۔ فرمایا ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۔ یہ تک سیدھا مذہب ہے۔ اس میں کوئی ایچ پیچ نہیں ہے کوئی جھوٹ نہیں ہے، کسی کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں ہے کسی کو کوئی غلط فہمی میں نہیں رکھا جاتا، بڑا تک سیدھا دین ہے ہر بندے کا معاملہ رب العٰلمین کے ساتھ ہے

آپ دنیا کے دوسرے مذاہب دیکھیں ہمارے پڑوسی ملک میں ہندو رہتے ہیں ان کا مذہب کیا ہے ! لوگوں کا واسطہ برہمن سے ہے، آگے برہمن کا واسطہ دیوی دیوتاؤں سے ہے۔ کوئی ہندو ایسا نہیں ہے جو برہمن کے بغیر سیدھا اپنی دیوی یا اپنے دیوتا تک جس کی پرستش کرتا ہے اس تک پہنچ سکے۔ اسی لیے سارے ہندو برہمنوں کے محتاج ہیں سکھ مت کو دیکھ لیجیے ان کے اور ان کے معبود کے درمیان ان کا گرو ہے انہیں اسی کی پوجا کرنی ہے آگے وہ جانے اور گرو جانے معاملہ اُن کا ہے آپ عیسائیت کو دیکھ لیں پورے عیسائی مذہب میں (اس وقت عیسائیت جو ہمارے سامنے موجود ہے جب عیسٰی علیہ السلام تھے اُس وقت تو اسلام تھا) خدا اور بندے کے درمیان پادری ہے یعنی آدمی پادری تک پہنچتا ہے اُس کے سامنے توبہ کرتا ہے، اُسی سے اپنے گناہ بخشوانے کی سند لیتا ہے، اُس کے پاؤں پکڑتا اُس کی منت سماجت کرتا ہے، اور فارغ ہو کر چلا جاتا ہے۔ یہ معاملہ پادری اور خدا کے درمیان ہے کہ اصل کیا ہے، عام عیسائی کو اس سے کوئی غرض نہیں ہوتی، اسی طرح آپ یہودیوں کا دین دیکھیں۔ یہودیت میں بھی اُن کے راہب درمیانی کڑی بنے ہوئے بیٹھے ہیں کوئی یہودی براہ راست خدا تک نہیں جاتا۔ راہب تک جاتے ہیں۔ اب راہب کا معاملہ خدا سے ہے وہ اُن سے کیا کرتا ہے۔ لیکن اسلام میں کوئی ہیر پھیر نہیں ہے ادنیٰ سے ادنیٰ غریب سے غریب، کمزور سے کمزور مسلمان، جب مسجد میں آتا ہے تو اُسے کسی کی احتیاج نہیں ہوتی۔ بندہ سیدھا رب العٰلمین سے گفتگو کرتا ہے۔ سارے مولوی چھوڑ جائیں آدمی کو سارے پیر چھوڑ دیں سارے نیک اور پارسا چھوڑ دیں، تو اللہ کی عبادت سے محروم نہیں ہو جاتا۔ میں کہتا ہوں میرے ساتھ نماز نہ پڑھو، میں نماز نہیں پڑھنے دیتا، لیکن میں آپ کی نماز تو نہیں چھڑا سکتا۔ آپ وہاں باہر جا کر اللہ اکبر کہہ کر شروع کر لیں۔ آپ کی بات سیدھی رب العٰلمین سے شروع ہو جائے گی۔ یعنی اسلام میں کوئی ایچ پیچ نہیں ہے کوئی درمیانی کڑی نہیں ہے نبی رحمت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر ہر فرد کو پکڑ کر اللہ العٰلمین کے سامنے کھڑا کر دیا۔ ہر ایک پڑھتا ہے سبحانک اللھم :۔ اے اللہ! اے میرے رب! تو پاک ہے، اے میرے اللہ تو پاک ہے یعنی ہر نمازی سیدھا رب کریم سے بات کرتا ہے کسی روزہ رکھنے والے کی ضمانت کوئی پیر، کوئی مولوی نہیں دے سکتا۔ ہر روزہ دار کا روزہ رب العٰلمین کے روبرو ہے کسی کا روزہ اس طرح قبول نہیں ہے کہ مولوی صاحب کہہ دیں کہ اس کے روزے منظور ہو گئے یا پیر صاحب کہہ دیں۔ نہیں! اس کا معاملہ رب العٰلمین کے ساتھ ہے رب ہی قبول کرے گا جو اس کی تنہائیوں کو بھی جانتا ہے اُس کی حضوری کو بھی جانتا ہے اُس کے دل کے ارادے کو بھی جانتا ہے سارے عمل کو بھی جانتا ہے اسی طرح جتنی عبادات ہیں حج ہے، زکوٰۃ ہے ذکر اذکار ہیں، تسبیحات ہیں، تلاوت ہے کسی عبادت کے لیے کوئی پیر کوئی مولوی ہماری ضرورت اور مجبوری نہیں ہے ساری دنیا کے پیر ہمیں چھوڑ دیں، ساری دنیا کے مولوی ہمیں چھوڑ دیں، حج بھی ادا ہو سکتا ہے روزہ بھی ہوتا ہے، نماز بھی ہوتی ہے، تلاوت بھی ہوتی ہے یعنی بندے کا تعلق رب العٰلمین کے ساتھ ہے ہمارے نزدیک مولوی یا پیر اس لیے قابل عزت ہے کہ وہ ہمیں اللہ کی عبادت کرنے کا طریقہ سکھاتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمیں اُن سے کوئی غرض نہیں ہے۔

یہ رواج بن گیا ہے کہ فلاں بزرگ کے پاس جانے سے پیسے ملتے ہیں، فلاں فلاں بزرگ کے پاس جانے سے اولاد ملتی ہے اس کی اصل وجہ ہمارے اس ملک میں ہندوؤں کے ساتھ، ہمارا میل جول ہے کیونکہ اسلام کے علاوہ جتنے بھی مذاہب ہیں اُن میں عبادات کے ساتھ دنیوی مفادات کو وابستہ کر دیا گیا ہے اسلام عبادات کے ساتھ آخرت کو وابستہ کرتا ہے مذاہب باطلہ جتنے ہیں وہ دنیوی مفاد کے لالچ میں آدمی کو اپنے مذہب میں داخل کرتے ہیں ورنہ ایسے لوگ جو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے جو خود اللہ کو نہیں مانتے۔ خدا اُن

کی روزی بند نہیں کرتا۔ اُنہیں روٹی بھی ملتی ہے، پانی بھی ملتا ہے دولت بھی ملتی ہے، اولاد بھی ملتی ہے، حکومت بھی ملتی ہے سکھوں، ہندوؤں، یہودیوں، نصاریٰ، مشرکین اور سوشلسٹوں کے جو ذاتِ باری کے وجود ہی کے منکر ہیں اُن کے سارے کام بھی ہو رہے ہیں اسی لیے کہ عقیدے کی پرکھ یہ دنیا نہیں ہے عقیدے کی پرکھ اُس وقت شروع ہو گی جب آنکھ بند ہو گی۔ جتنی دائمی اور ابدی نعمتیں ہیں وہ اللہ نے ان کافروں پر حرام کر دی ہیں۔ دائمی نعمت کافر کو کبھی نہیں ملے گی سوائے عذاب، خسران اور مصیبت کے۔ آخرت میں اُسے اور کچھ نہیں نصیب ہو گا لیکن دنیا میں جو اس کا حصہ روزی کا، پانی کا، ہوا کا، صحت کا، زندگی کا، اولاد کا، مقرر ہے وہ اُس تک بھی پہنچے گا۔

سو اسلام کیا ہے؟ دینِ حنیف بڑا سیدھا دین ہے اسلام اس بات کا نام ہے کہ ہم اپنے آپ کو اپنے رب کے حضور کھڑا کر لیں۔ اللہ کریم فرماتے ہیں ذٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ یہ بڑا سیدھا سادہ دین ہے، بڑا تک سیدھا۔

وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ۔ لیکن اکثر لوگ نہ جاننے کی وجہ سے اس نعمت سے محروم رہتے ہیں اسلام کیا ہے اگلی آیت اس کی تشریح کر دیتی ہے

مُنِيبِينَ إِلَيْهِ۔ اسلام آپ کے دل کی وہ حالت ہے جو آپ کو اللہ کی بارگاہ میں جھکا دے۔ انابت کیا ہوتی ہے؟ دل کے سب سے گہرے اور سب سے اندر کے خانے کی خواہش اور طلب۔ جب وہ اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے تو فرمایا۔ رب کریم کی طرف جھک جاؤ۔ اللہ کریم کو اپنا مقصد اور اُس کی رضا کو اپنی منزل بنا لو۔ اس کی طرف جھکو گے تو کیا کرو گے؟ سب سے پہلی بات ہے۔

وَاتَّقُوهُ، اللہ سے حیا کرو۔ میں نے تقویٰ کا مطلب شرم اور حیا اس لیے کر دیا ہے کہ تقویٰ ایک حالت کا نام ہے۔ ہمارے اردو ترجموں میں اس کا ترجمہ اکثر ڈر لکھا ہوتا ہے لیکن اس کا اصل مفہوم یہ ہے کہ ہماری کسی کے ساتھ بہت قریبی دوستی ہو، ایسی دوستی کہ ہم اُس کو ناراض نہ کر سکیں۔ ایسی دوستی کہ وہ موجود نہ ہو تو ہم اُس کی مرضی کے خلاف بات نہ کر سکیں اگر یہ تعلق پیدا ہو جائے اللہ سے۔ کوئی آدمی ہمیں کہتا ہے یہ کام کر لو، ہم فوراً دیکھیں کہ کیا اللہ نے اس کے کرنے کی اجازت دی ہے اگر اللہ نے اجازت نہیں دی تو کہہ دیا۔ میں نہیں کرتا۔ کیوں نہیں کرو گے اس لیے کہ مجھے اللہ سے حیا آتی ہے اسے تقویٰ کہتے ہیں۔

قرآن کریم فرماتا ہے" اللہ کی طرف ایسے جھکو، اللہ کے ساتھ ایسا تعلق پیدا کرو، کہ تمہیں اللہ سے حیا آنے لگ جائے" اِس لیے گناہ سے نہ رک جاؤ کہ اس میں مال کا نقصان ہے، گناہ سے اس لیے نہ رک جاؤ کہ لوگ بُرا کہیں گے، گناہ سے اس لیے نہ رک جاؤ کہ ہمت نہیں بلکہ اِس لیے گناہ سے باز آجاؤ کہ اس سے میرا رب خفا ہو گا۔"

یعنی اسلام سادہ سی بات بتاتا ہے اتنی سی بات اس میں کسی کا ممنون ہونے کی ضرورت نہیں ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا احسان اتنا عام ہے، کتنا کرم ہے آپ کا، آپ نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔ کہ کوئی کتنا پڑھا لکھا ہو۔ اس عمر کا ہو یا اُس کے پاس اتنے پیسے یا اتنا نیک ہو۔ کچھ بھی نہیں، کوئی ہو غریب ہو، مسکین ہو، گڈریا ہو، چرواہا ہو، شہر کا رہنے والا یا جنگل کا باسی ہو، جو چاہے حضور کی تعلیمات کے صدقے اپنے آپ کو رب کریم کے روبرو لے جائے۔۔۔۔۔۔

اللہ کے دوست جو ولی اللہ نہیں ہے، وہ ولی الشیطان ہے اور جو شیطان کا ولی نہیں ہے وہ ولی اللہ ہے اک حفظِ مراتب کی بات ہے مدارج میں بعض لوگ بہت آگے چلے جاتے ہیں لیکن بنیادی طور پر اللہ کی ولایت تو ایمان کا خاصہ ہے کیوں ہر مسلمان ولی اللہ ہو جاتا ہے؟ اس لیے کہ اللہ نے "اللہ کے رسول نے کوئی پابندی نہیں لگائی۔ جو ایمان لاتا ہے اُسے براہ راست اللہ کے حضور کھڑا ہونے کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ کتنی سیدھی بات ہے، اسے چھوڑ کر کیوں بھٹکتے پھرتے ہو۔ پریشانیاں مول لیتے ہو، کیوں دَر دَر پر دھکے کھاتے ہو۔ کیوں غلط کاموں میں پڑ کر اپنی زندگی خراب کرتے ہو، اپنی عاقبت تباہ کرتے ہو، یہ بڑا سیدھا سا کام ہے اللہ کے ساتھ جڑ جاؤ، اللہ سے حیا کرو۔

وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ۔ اور اللہ کی عبادات کو ادا کرتے رہو۔ یعنی یہ تمہارا حیا تب تک قائم رہے گا جب تک تم بار بار اُس کے دروازے پر آتے رہو گے اس کی بارگاہ میں سجدے کرتے رہو گے فرائض کو ادا کرو۔

وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ۔ اور کسی دوسرے کو ایسا

حضرت ابو سعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تم اپنے سے لوگوں کی بالشت بہ بالشت اور گز بہ گز پیروی کرو گے حتیٰ کہ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اُس میں بھی اُن کی پیروی کرو گے۔ ہم نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہود و نصاریٰ کی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تو اور کس کی؟

نہ جانو، جیسے اللہ کو جانتے ہو، شرک صرف یہ نہیں ہوتا کہ کوئی بت کو سجدہ کرے تو شرک ہو گیا، میں نے اکثر مواحدین کو بھی شرک میں مبتلا پایا ہے، یعنی زبانی دعویٰ توحید کا ہوتا ہے اور عمل سے شرک کی بو آتی ہے آدمی کسی دنیوی لالچ میں یا کسی دنیادار سے ڈر کر وہ کام کرتا ہے جس کے کرنے سے اللہ کریم نے منع فرمایا ہے تو یہ بھی شرک ہے۔ شرک کے لیے یہ کہنا ضروری نہیں کہ خدا دو ہیں۔ ہر گناہ "مفضی الی الشرک" ہوتا ہے شرک کی طرف ایک قدم ہوتا ہے۔ یعنی جب ہم نفس کی لذت کے لیے، پیٹ کی لذت کے لیے، وہ کام کرتے ہیں جس سے اللہ نے منع کیا ہے تو پھر کسی کو خوش کرنے کے لیے اللہ کو ناراض کیا تو ہم نے اُسے اللہ سے زیادہ اہمیت دے دی، خدا کے برابر کرنا شرک ہے یعنی شرک یہ ہے کہ آپ کسی وصف میں کہیں کہ جو وصف اللہ کا ہے ویسا ہی وصف اِس دوسری ہستی کا ہے تو یہ شرک ہو گیا برابر کرنا اگر شرک ہے تو اُس سے زیادہ اہمیت دینا کیا ہو گا۔ اپنی عملی زندگی کو دیکھیں، اللہ کریم کی طرف سے نماز فرض ہے ہم اس لیے چھوڑ دیتے ہیں کہ مجھے فلاں کام ہے میں اُس طرف جا رہا ہوں۔ تو یقین جانیے کیا اُس کام کو ہم نے عظمت باری پر اہمیت نہ دے دی۔ یوں ہمارا وہ کام بڑا ہوا خدا کی نسبت۔

ایک بزرگ کہا کرتے تھے کہ کسی کا رب دکان ہے کسی کا رب زمین ہے کسی کا رب کوئی بہت بڑا افسر ہے۔ بہت کم ایسے لوگ ہیں جن کا رب، رب کریم ہے۔

اسلام تو نام ہے انابت الٰہی کا 'تقویٰ الٰہی کا' اپنے آپ کو اللہ کریم کے روبرو پیش کرنے کا، اللہ تو ہر جگہ موجود ہے لیکن ہمیں یہ یقین آجائے اور ہم اپنے آپ کو اللہ کے روبرو لے جائیں۔

سیالکوٹ کا واقعہ ہے صبح چائے پلا رہے تھے نماز ہوئی درس ہوا۔ تو ایک ڈاکٹر صاحب، اللہ انہیں غریق رحمت فرمائے، اچانک تشریف لائے اور کہنے لگے "میرے سوال کا جواب دیجیے۔ میں پریشان ہو گیا ہوں کہ جب اللہ کریم ہر جگہ موجود ہے پھر اسے تلاش کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ پھر اُسے ڈھونڈیں کیسے۔ اور ہمارے اور ہمارے رب کے درمیان کیا پردہ ہے کہ موجود تو ہے نظر نہیں آتا"۔ میں نے عرض کیا کہ میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ اللہ اور اپنے درمیان ہم خود حائل ہیں۔ جہاں آپ" میں کہتے ہیں کہ میں نے کر دیا" وہاں آپ "اللہ" کہہ دیں، "میں" کو درمیان سے نکال دیں تو اللہ سامنے آجائے گا۔ جب آپ لوگ کام کرنے لگتے ہیں تو آپ سوچتے "میں" مجھے یہ چیز پسند ہے "میں" کو نکال دیں، کہو "اللہ" کو پسند ہے اس لیے کروں گا۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے مجھے حرام کھانے کو کہا ہے۔ نہیں کہا جائے گا۔ وہاں "میں" آجائے گی۔ کہ "میں" کھاؤں گا۔ اللہ کے روبرو کھاؤ گے؟ اللہ کے منع کرنے کے باوجود کھاؤ گے۔ تو آدمی کانپ جائے گا کہ نہیں ایسا تو نہیں کروں گا۔ نہیں کرو گے تو یہاں لکھ لو۔ اللہ مجھے کھانے نہیں دیتا اللہ آپ کے ساتھ موجود ہے۔ کھانے نہیں دیتا۔ اس طرح میں نے کہا "ڈاکٹر صاحب" "میں" کو کاٹ دو وہاں "اللہ" لکھ دو۔ تو دیکھو اللہ ہر جگہ آپ کے ساتھ ہے ہر وقت موجود ہے۔ تو وہ بڑے خوش ہوئے۔

وہ عجیب آدمی تھا۔ بہت اعلیٰ پائے کا آدمی تھا بڑے بڑے لوگ اُس کے پاس آتے۔ مریض دیکھنے کے اوقات میں اگر اذان شروع ہو جاتی تو آدھی پرچی اگر انہوں نے لکھی ہوتی تو باقی آدھی نہیں لکھتے تھے۔ رکھ دیتے تھے لوگ کہتے۔ سر یہ نسخہ۔ تو لکھ دو۔ ابھی اذان ہو رہی ہے، نماز ہو گی۔ وہ کتنے وقت کی بات نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ مؤذن جب اللہ اکبر کہتا ہے تو میں سمجھتا ہوں وہ کہہ رہا ہے" ڈاکٹر ادریس بھاگ کر آؤ"۔ مجھے یوں سنائی دیتا ہے جیسے میرا رب مجھے نام لے کر بلا رہا ہے تو اللہ بلا رہا ہو اور میں نسخے لکھتا رہوں۔ نہیں بھئی میں واپس آکر لکھوں گا۔

اللہ کریم یہ دعوت ہم سب کو دیتا ہے کسی ایک پر رحمت

نہیں کرتا۔ اُس کی رحمت عام ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں۔ آپ نے اس رحمت کو عام کر دیا ہے کہ جس کا جی چاہے خدا کے روبرو لیسنا شروع کر دے۔

(کہ خدا کے برابر یا خدا سے بڑا کسی کو نہ جانو۔)

کتنے بڑے شرک کا سراغ لگایا قرآن مجید نے۔ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا۔ لوگوں نے اپنی خواہشات کے لیے، اپنے دنیوی فوائد کے لیے، بے شمار فرقے بنا دیئے۔ اور فرقہ فرقہ ہو گئے۔ قرآن کی اصطلاح میں شِيَعًا یا شیعہ کا لفظی معنی گروہ ہوتا ہے۔ قرآن کریم اُن مذہبی گروہوں کو شیعہ کہتا ہے۔ جو حق پر نہیں ہیں۔ دنیوی اغراض کے لیے مذہب کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اللہ کریم فرماتا ہے یہ بڑا جرم ہے سب سے بڑا شرک یہ ہے کہ آپ دنیا کی لذتیں حاصل کرنے کے لیے مذہب کو اُن کا ذریعہ بنا لیں۔ کسی کو لوٹنا ہے تو بندوق لے کر سڑک پر کھڑے ہو جاؤ، پیر بن کر کیوں لوٹتے ہو۔ مذہب کی آڑ لے کر نیکی کا دھوکا دے کر، خدا کے قرب کا دعویٰ کر کے، تم چاہتے ہو لوگوں سے پیسے لے لو۔ اُن کی عزتیں لوٹ لو، اگر ڈاکہ کرنا ہے تو میدان میں ڈاکو کی طرح کرو۔ مسجد کے محراب میں بیٹھ کر تم چاہتے ہو کہ دنیا کا کوئی کام نہ کرو۔ لوگ کمائیں اور تم اچھے سے اچھے کھانے کھاؤ۔ یہ تعلیم اسلام نے تو نہیں دی ہے۔ اسلام کا سب سے پہلا مولوی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آپ کی ذات پر، آپ کی اولاد پر، صدقہ کھانا ہی حرام ہے اللہ کا وہ حبیبؐ، جس نے فاقے برداشت کیے اس حالت میں کہ ممالک کی فتوحات آپ کے قدموں میں آ گئی تھیں۔ ہم تو صرف نماز پڑھاتے ہیں۔ حضورؐ نے سارا دین ہم کو سکھایا اور کسی سے ایک پیسہ تنخواہ کا وصول نہیں کیا۔

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کا دوسرا سب سے بڑا مولوی، سب سے بڑا پیر ہے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ جس نے ساری زندگی کما کر، اسلام پر خرچ کیا جب نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا دنیا سے رخصت کا وقت قریب تو ایک روز آپ بیماری کی شدت کی حالت میں مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ صحابہ کو جمع کیا۔ فرمایا، یار مجھ سے کسی نے کچھ لینا ہو تو میرے ساتھ حساب کر لو۔ کوئی چیز کسی کی میرے پاس رہتی ہو تو وہ لے لو بھلا کسی نے حضورؐ کو دیا کیا تھا۔ جو کوئی لیتا۔ ساری دنیا تو وہاں سے لینے والی ہے دینے والا تھا کون۔ ایک صحابی تھے "یا رسول اللہ آپؐ نے مجھے چھڑی ماری تھی" فلاں جہاد میں حضورؐ آپ صفیں بنوا رہے تھے اور میں وہاں کھڑا تھا۔ اور حضورؐ نے مجھے چھڑی ماری تھی!" یہ کیا ہوگا؟ "یا رسول اللہ آپؐ نے فرمایا جس کسی نے مجھ سے لینا ہو لے لو۔ میرا بدلہ دے دیجئے"! آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے چھڑی منگوا لو۔ کسی کو حکم دیا۔ وہ چھڑی لے آیا۔ اب حضور اکرم صلی اللہ کی طبیعت بھی ناساز ہے۔ سر مبارک میں سخت درد ہے کمزوری ہو رہی ہے۔ نقاہت ہے دوسرے کا سہارا لے کر چلتے ہیں کتنے محبوب تھے اپنے عاشقوں کو، کہ ہزاروں دل تڑپ گئے کہ یہ کیسا آدمی ہے۔ انسان ہے یا بلا ہے، کیا ہے! بے شمار لوگوں نے اپنی اپنی جان پیش کی کہ تم ایک کے بدلے میں دس مار لو اور زور سے مار لو۔ لیکن حضورؐ کو تکلیف نہ دو۔ وہ بھی اپنے ضد کا پکا تھا اُس نے کہا یہ کوئی انصاف تو نہ ہوا۔ میں نے بدلہ لینا حضورؐ سے ہے آپ سے تو نہیں لینا۔

حضورؐ منبر سے نیچے تشریف لے آئے کہ عکاشہ مار لو۔ عرض کرنے لگا یا رسول اللہؐ میری پیٹھ تو ننگی تھی قمیض تو نہیں تھی جس دن آپ نے مجھے چھڑی ماری تھی میرے پاس تو ایک ہی چادر تھی جو میں نے کمر سے باندھ رکھی تھی۔ میرے پاس تو قمیض نہیں تھی حضورؐ نے قمیض پہن ہوئی ہے اس پر مارنے سے تو میرا بدلہ پورا نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ میری قمیض پشت سے اٹھا دو۔ جب خدام نے قمیض مبارک اٹھا دی تو اُس نے بڑھ کر مہرِ نبوت پہ ہونٹ رکھ دیئے "یہی میرا مقصد تھا"

حضورؐ نے کسی کا کچھ دینا نہیں تھا لیکن اُسی خطبے میں یہ فرمایا کہ دنیا میں اگر مجھ پر کسی نے احسان کیا ہے تو میں نے اُس سے بڑا احسان اُس پر کر دیا ہے سوائے ابوبکر کے، کہ اس کے گھر کا ایک ایک پیسہ دینِ اسلام کی آبیاری پر لگ گیا اس کا وجود، اس کا کنبہ، اس کی دولت۔ اس کا بدلہ اسے اللہ ہی دے گا۔ انسان کے بس کی بات نہیں۔

یہ تھا دوسرا مولوی، دوسرا پیر اسلام میں۔ حضورؐ کے بعد پہلا مولوی اور پہلا پیر ابوبکر صدیق ہے آپ امیر ہوئے تو کچھ وظیفہ مقرر ہو گیا بیت المال سے جس دن دنیا سے رخصت ہو رہے تھے تو آپ نے پوچھا کہ کل کتنا پیسہ بیت المال سے تنخواہ کی مد میں مجھے ملا ہے عرض کیا گیا اتنا فرمایا۔ میری فلاں جائیداد فروخت کر کے

بیت اعمال کو لوٹا دیں۔

سب سے بڑا شرک یہ ہے، سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ دین کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا جائے اور لوگوں کو دین کا دھوکا دے کر اُن سے مفاد اُٹھایا جائے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں شرک نہ کرو بالخصوص ایسا شرک کہ لوگوں کو تقسیم در تقسیم کرتے جاؤ تاکہ کچھ لوگوں سے تمہیں دنیا کا فائدہ حاصل ہو۔ یہ بات درست نہیں۔

كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (۳۲) تقسیم جب شروع ہو جاتی ہے تو ہر طبقہ خوش ہوتا ہے کہ شاید میں نے اچھا کیا ہے اللہ فرماتے ہیں یہ کام اچھا نہیں ہے۔

پھر انابت کی ایک مثال دی ہے۔

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ۔ جب کسی پر سخت مصیبت آ جائے اور اُسے دنیا کے تمام دوست چھوڑ دیں اور اُس کے پاس پیسہ نہ ہو۔ کوئی اُس کی سفارش نہ کرے۔ کہیں کوئی آسرا نہ ہو۔ دَعَوْا رَبَّهُم مُّنِيبِينَ إِلَيْهِ: تو اس وقت جس خلوص، جس عجز جس انکساری سے، رب کو پکارتا ہے فرمایا: یہی تو انابت ہے اس کو اپنی زندگی میں لے آؤ کہ ہر لمحے تم اللہ کو اپنے قریب محسوس کرو۔ لیکن لوگ کرتے کیا ہیں!

ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُم مِّنْهُ رَحْمَةً۔ جب میں اُن پر اپنی رحمت کرتا ہوں إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُم بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ (۳۳) پھر اکثر لوگ میری عطا بھی دوسروں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ہم لوگ غریب ہوتے ہیں سجدے کرتے ہیں جب دو وقت کے کھانے کی روٹی مل جائے خدا کو پہلے ہی سجدے کے بعد بھول لیتے ہیں پھر خدا کے ساتھ ایمان بھی نہیں رہتا۔ اگر موٹر مل جائے تو اللہ کا نام لینا خلاف شان سمجھتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے یہ سجدہ جاتا ہے 'اللہ اللہ' کرتا ہے۔ اللہ فرماتے ہیں یار جو تم رُخ کرو کار ماتے ہو نا۔ اسے چھوڑو۔ جب کوئی دنیا میں تمہارا ہاتھ تھامنے والا نہ ہو، اُس وقت جس طرح اللہ کو پکارتے ہو عام نارمل زندگی میں اُسی طرح اللہ کے قریب آ جاؤ۔ چونکہ لوگ برائی تو کرتے ہیں۔

لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ (۳۴) میری نعمتوں کی ناشکری کرتے ہو۔ گناہ تو اپنا ہے۔ قانون شکنی ہے اس کے ساتھ ساتھ سب سے بڑا کفرانِ نعمت ہے کہ اُسی رب کا کہنا نہ مانتے جو اس مشت خاک کو اپنی بارگاہ میں حضوری کا شرف دینا چاہ رہا ہے آپ اس سے اندازہ کریں کہ دنیا کا کوئی حکمران، ہمارا گورنر، ہمارا ڈپٹی کمشنر کسی کو پاس بلا کر بٹھانا چاہتا ہو، اپنے دفتر میں کرسی دینا چاہتا ہو، لیکن وہ کام ایسے کرے کہ اُسے پولیس تلاش کرتی پھرتی ہو گرفتار کرنے کے لیے۔ اُسی ملک کے قانون کی خلاف ورزی کرے۔ تو یہ کیسی بات ہوئی۔ اللہ کریم فرمائے ہیں جب غریب سے غریب مسلمان کو میں اپنی بارگاہ میں آنے کی اجازت دیتا ہوں اور اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ ہر مسلمان میرے حضور میں آئے۔ تو تم بجائے حضور میں آنے کے میری نافرمانی کرتے ہو کتنی عجیب بات ہے۔

فَتَمَتَّعُوا۔ فرمایا کھاؤ، پیو، میرا حوصلہ اتنا کم نہیں ہے کہ تم سے روٹی چھین لوں گا۔ لیکن یہ بھی یاد رکھو فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ (۳۴) بہت جلدی ہر شخص کو اپنے اعمال کا نتیجہ مل جائے گا۔ اللہ کریم کسی کو سزا دے کر خوش نہیں ہے۔ اللہ کیا کرے گا۔ کسی کو عذاب دے کر۔ ہم بھی اللہ کی مخلوق ہیں اور یہ چیونٹیاں بھی اللہ کی مخلوق ہیں۔ آپ نے کبھی کوئی انسان دیکھا ہے کہ بندوق لے کر چیونٹیوں کے پیچھے پھر رہا ہو کہ ان کو مار دوں گا اہمیت ہی نہیں دیتا، وہ کہتا ہے چیونٹی کی کیا حیثیت ہے حالانکہ چیونٹی ویسی ہی مخلوق ہے جیسی ہم ہیں۔ اللہ خالق ہے خالق کے سامنے مخلوق کی کیا حیثیت ہے۔ ہمیں عذاب دے کر کیا کرے گا۔ خدا کو ہمارے عذاب سے کوئی دلچسپی نہیں۔ لیکن ہم خود جب اُس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو اُس کا منطقی نتیجہ عذاب۔

ہر شخص اپنے آپ کے ساتھ ظلم کر رہا ہے زیادتی کر رہا ہے جب گناہ کرتا ہے جو گندم بوتے ہیں جہاں گندم کا دانہ گرے گا گندم پیدا ہو گی جہاں جو گریں گے جَو پیدا ہوں گے اعمال تو کاشت ہیں اگر کوئی عدم اطاعت کاشت کر رہا ہے تو کل عدم رضا ملے گا اُس کو غضب ملے گا تو فرمایا کھاؤ پیو عیش کرو۔

فَتَمَتَّعُوا۔ یہ دنیا کی نعمتیں تم سے چھین نہیں رہا۔ لیکن جب ابدی نعمتوں کی اور دائمی زندگی کی باری آئے گی تو فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ پھر سب کو پتہ چل جائے گا۔ کہ میں نے کیا کیا۔

سو بڑی سیدھی دعوت ہے قرآن کی۔ فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ

باقی ص ۹۴ پر

چند اہم پیشین گوئیاں جو پوری ہوئیں

ڈاکٹر ملک غلام مرتضےٰ

زمانہ قریب قیامت سے متعلق چند ایسی پیش گوئیاں احادیث نبویہ میں ملتی ہیں جو آج سے پودہ سو سال قبل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایئں اور آج کے دور میں حرف بحرف پوری ہوگئیں۔ اس بات کی توجیہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایک سچے رسول نے اللہ تعالیٰ سے ان کا علم حاصل کیا۔ اور انسانیت خصوصاً آج کے دور کی نسلوں کو ان اہم باتوں سے خبردار کر دیا۔

اس اعتبار سے یہ پیش گوئیاں بیک وقت وجود باری تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت صادقہ اور آخرت کے برحق ہونے پر پختہ اور قطعی دلائل ہیں۔ ذیل میں ایسی چند احادیث صرف اردو ترجمہ کے ساتھ نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ عظیم وحیران کن امور درپیش ہوں گے

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: لاتقوم الساعۃ حتیٰ تروا امورا عظاما لم تکونوا ترونہا ولا تحدثون بہا انفسکم۔ (رواہ نعیم بن حماد فی کتاب المشہور بکتاب الفتن من حدیث سمرۃ بن جندب ورواہ احمد البزاز والطبرانی فی الکبیر)۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ جب تک تم ایسے بڑے امور نہ دیکھ لو جن کو اب تم نہیں دیکھتے اور نہ ہی ان کا تصور تمہارے ذہنوں میں ہے"۔

(جدید سائنسی ترقی، انسان کی جانب سے تسخیر کائنات اور خلانوردی کی طرف واضح اشارہ ہے۔ عجیب وغریب سائنسی ایجادات مثلاً سلکی نظام (ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈر وغیرہ) طب وجراحی کے جدید کمالات اور زندگی کی دیگر حیران کن سہولتیں بھی اسی ضمن میں آتی ہیں)۔

۲۔ عظیم وبلند عمارتوں کی تعمیر وزیبائش

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: اذا رأیت الحفاۃ العراۃ العالۃ رعاء الشاء یتطاولون فی البنیان فانتظر الساعۃ۔ (رواہ البخاری ومسلم)

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام: لاتقوم الساعۃ حتیٰ یقبض العلم وتکثر الزلازل ویتقارب الزمان، وتظہر الفتن وحتیٰ یتطاولوا الناس فی البنیان (رواہ البخاری فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب آپ ننگے پاؤں، برہنہ جسم فقیر لوگ اور بکریوں کے چرواہوں کو دیکھیں کہ وہ بڑی بڑی عمارتوں کے بنانے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے لگیں تو قیامت کا انتظار کرنا! اور فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی۔ جب تک علم اٹھا نہ لیا جائے۔ زلزلے کثرت سے ہوں، زمانہ مختصر ہو جائے۔ فتنے ظاہر ہو جائیں اور لوگ عمارتوں کے بنانے میں ایک دوسرے پر فخر کریں"۔

محدثین کا کمال ایمان دیکھیے کہ اس حدیث کو نسلاً بعد نسلٍ منتقل کرتے چلے گئے اور پورے ساڑھے تیرہ سو سال تک اس میں بیت گئے تا آنکہ یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہو گئی۔ آج سے صرف پچاس سال پہلے دنیا کے کسی شہر کی تصویر دیکھئے اور اس کا مقابلہ جدید تعمیر شدہ شہر سے کیجئے۔ یہ بات خاص عرب ممالک پر صادق آتی ہے۔ جہاں پر بہت بڑی اور اونچی عمارتیں بنانے کی دھن واضح نظر آتی ہے۔ ریاض کے قریب "الخرج" میں راقم نے ایک مکان کرایہ پر لیا۔ بڑا خوبصورت مکان تھا۔ مالک مکان چرواہا بھی تھا۔ اور جب کرایہ لینے آتا تو اکثر ننگے پاؤں ہوتا۔ صدق اللہ تعالیٰ وصدق الرسول الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

وقال علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام: "من اعلام الساعۃ واشراطھا ان یعمر خراب الدنیا ویخرب عمرانھا" (رواہ الطبرانی عن ابن مسعود وابن عساکر عن محمد بن عطیۃ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"قیامت کی علامتوں اور شرائط میں سے یہ ہے کہ اجڑے ہوئے گھر آباد ہو جائیں گے اور آبادیاں اجڑ جائیں گی" (دیہاتی لوگوں کا تیزی سے شہروں کی طرف منتقل ہونا مراد ہے۔ بہت سی دیہاتی آبادیاں اجڑ گئیں اور شہروں میں وسعت پیدا ہو گئی اور غیر آباد جگہیں آباد ہو گئیں)۔

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام:

"ان من اعلام الساعۃ واشراطھا، ان تزخرف المحاریب وتخرب القلوب"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک قیامت کی نشانیوں اور شرطوں میں سے یہ ہے کہ مسجدوں کی محرابوں کی زیبائش کی جائے گی اور دل ویران ہو جائیں گے"۔

۳۔ زمین کی طنابیں کھنچ جائیں گی

سواریاں انتہائی تیز رفتار ہونگی

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: لا تقوم الساعۃ حتی یتقارب الزمان وتزوی الارض زیا، ای تطوی ویضم بعضھا الی بعض، (رواہ الطبرانی فی الکبیر من حدیث ابی موسیٰ الاشعری)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی جب تک کہ زمانہ مختصر نہ ہو جائے اور زمین سکڑ نہ جائے" (زمین کی طنابیں کھنچ جائیں گی)

(پوری دنیا ایک شہر کی طرح ہو کر رہ گئی ہے۔ مہینوں کا سفر گھنٹوں میں طے ہو رہا ہے۔ ایک براعظم سے دوسرے براعظم جانا بالکل اس طرح ہو گیا ہے جیسے کسی شہر کے ایک محلے سے دوسرے محلے کی طرف جانا ہو)۔

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:

"ولتترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا" (رواہ مسلم فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"تم اونٹنیاں بالکل چھوڑ دو گے اور تیز رفتاری کے لیے ان پر سواری نہیں کرو گے (اونٹنیوں سے کہیں زیادہ تیز رفتار سواریاں میسر آجائیں گی)۔

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام: "یکون فی آخر الزمان رجال یرکبون علی المیاثر حتی یاتون ابواب المساجد" (رواہ احمد والحاکم عن ابن عمرو والمیاثر: کما فسرھا عمر بن الخطاب ھی السروج العظام، وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام:-

" سیکون فی آخر امتی رجال یرکبون علی السروج کاشباہ الرحال ینزلون علی ابواب المساجد " رواہ احمد فی مسندہ والحاکم فی صحیحہ عن ابن عمر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
" آخری زمانے میں لوگ ہوں گے جو بڑی بڑی گدیوں پرسوار ہو کر مسجدوں کے دروازوں تک آپہنچا کریں گے "

اور فرمایا:
" عنقریب میری امت کے آخری لوگوں میں ایسے آدمی ہوں گے جو گدیوں پر سوار ہوں گے۔ گویا کہ وہ (اونٹوں کے) کجاوے ہیں اور مسجدوں کے دروازوں میں جا اترا کریں گے "
(آج ہم اس صفت کو کاروں کی شکل میں دیکھ رہے ہیں جن کی سیٹیں بڑے بڑے کجاوں کی طرح ہی ہیں جن پر لوگ سوار ہو کر مساجد کے دروازوں تک جا پہنچتے ہیں)۔

ولقد سئل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم عن سرعۃ سیر الدجال فی الارض ؛ قلنا یا رسول اللہ وما اسراعہ فی الارض ؟ قال : " کالغیث استدبرہ الریح " ای کسرعۃ السحب۔ الحدیث رواہ مسلم فی صحیحہ وغیرہ من حدیث النواس بن سمعان۔

"اور تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ دجال کتنی تیزی کے ساتھ ساری زمین میں گھوم جائے گا۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ زمین میں اس کی کیا رفتار سفر ہوگی؟ تو آپ نے (جواباً) فرمایا " اس بادل کی طرح جسے (تیز) ہوا دھکیل رہی ہو۔ یعنی جس طرح بادل تیز چلتے ہیں " (آواز سے بھی زیادہ تیز رفتار ہوائی جہازوں کی طرف اشارہ ہے)

۴۔ نطق الجماد (بے جان اشیا باتیں کرنے لگیں گی)

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام : " ان من امارات من امارات بین یدی الساعۃ ان یوشک الرجل ان یخرج فلا یرجع حتی یحدثہ نعلاہ وسوطہ ما احدث اھلہ من بعدہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
" قیامت کی نشانیوں میں ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے گھر سے نکلے گا تو واپس نہ لوٹ پائے گا۔ حتیٰ کہ اس کے جوتے اور چھڑی اسے وہ کچھ نہ بتا دیں جو اس کے چلے جانے کے بعد اس کے گھر والوں نے کیا ہو گا "
(ٹیپ ریکارڈر کی طرف اشارہ ہے یا شاید اس سے بھی زیادہ حیران کن ایجادات ہوں گی)۔

۵۔ علمی ترقی اور دین سے ناواقفیت

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام :
" من اقتراب الساعۃ کثرۃ القراء وقلۃ الفقہاء وکثرۃ الامراء وقلۃ الأمناء "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " قیامت کے قریب قاری کثرت سے ہوں گے۔ اور علماء کم ہوں گے۔ رؤسا زیادہ ہوں گے اور امانت دار لوگ کم ہوں گے "

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام :
" ان من اشراط الساعۃ ان یظھر القلم " (رواہ احمد والبزار والطبرانی وغیرھم عن ابن مسعود)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
" قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ قلم کا استعمال بکثرت ہو گا " (اہل قلم زیادہ ہوں گے)۔

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام :
" سیأتی علی امتی زمان یکثر فیہ القراء ویقل فیہ الفقہاء ویقبض العلم ویکثر الھراج " الحدیث رواہ الحاکم والطبرانی عن ابی ھریرۃ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
" عنقریب میری امت پر ایسا وقت آئیگا کہ قاری زیادہ

ہوں گے اور علماء کی قلت ہوگی علم اٹھا لیا جائے گا اور قتل و غارت عام ہوگی۔"

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام:۔

"یکون فی اٰخر الزمان عباد جہال وقراء فسقۃ۔"

(رواہ ابونعیم فی الحلیۃ والحاکم عن انس)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"آخری زمانہ میں جاہل عبادت گزار اور فاسق قراء (بکثرت) ہوں گے۔"

۶۔ تجارت میں وسعت

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:۔

"ان بین یدی الساعۃ تسلیم الخاصۃ وفشو التجارۃ حتی تعین المرأۃ زوجہا علی التجارۃ وقطع الارحام وفشو القلم وظہور الشہادۃ بالزور وکتمان شہادۃ الحق۔" (رواہ احمد والحاکم وصححہ والبخاری عن ابن مسعود)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"قیامت کے قریب خاص لوگوں کی بات مانی جائیگی تجارت عام ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ عورت تجارت (کے معاملہ) میں اپنے خاوند کا ہاتھ بٹائے گی۔ قطع رحمی ہوگی۔ قلم کا استعمال بکثرت ہوگا۔ جھوٹی گواہی کا ظہور ہوگا اور سچی گواہی چھپائی جائے گی۔"

۷۔ خواتین کی زیب و زینت

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:۔

"یکون فی اٰخر الزمان رجال، یرکبون علی المیاثر حتی یأتون ابواب المساجد نساؤھم کاسیات عاریات، علی رؤوسھن کاسنمۃ البخت العجاف، العنوھن فانھن ملعونات۔" (رواہ احمد والحاکم عن ابن عمر)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"آخری زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو پُرشکوہ گدیوں والی سواریوں پر سوار ہو کر مسجدوں کے دروازوں تک آیا کریں گے۔ ان کی عورتیں لباس کے باوجود برہنہ ہوں گی۔ ان کے سروں پر بختی اونٹوں کے کوہان کی مانند (دوپٹے) ہوں گے۔ ان پر لعنت بھیجو، وہ ملعون ہیں۔"

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام:۔

"صنفان من امتی من اہل النار لم ارھما: قوم معھم سیاط کاذناب البقر یضربون بھا الناس، ونساء کاسیات عاریات مائلات ممیلات رؤوسھن کاسنمۃ البخت المائلۃ، لا یدخلون الجنۃ ولا یجدون ریحھا وریحھا لیوجد من مسیرۃ کذا وکذا۔" (رواہ مسلم عن ابی ھریرہ)۔

آپ نے ارشاد فرمایا:۔

"میری اُمت میں دو قسم کے لوگ جنہیں میں نے نہیں دیکھا جہنمی ہوں گے۔ ایک تو وہ لوگ جن کے ہاتھ میں گائے کی دموں کی شکل کے کوڑے ہوں گے۔ ان سے وہ لوگوں کو مارا کریں گے۔ دوسرے وہ کج رو، نیم برہنہ اور اپنی طرف متوجہ کرنے والی عورتیں ہوں گی جن کے سر بختی اونٹوں کی ٹیڑھی کوہانوں کیطرح ہوں گے ایسی عورتیں جنت میں داخل نہیں ہونگی اور نہ اس کی خوشبو پا سکیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو اتنے اتنے فاصلے پر پہنچ جاتی ہیں۔

۹۔ شراب نوشی اور کثرت زنا

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:۔

ان ناسا من امتی یشربون الخمر ویسمونھا بغیر اسمھا (رواہ الحاکم فی المستدرک)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"بے شک میری اُمت کے لوگ شراب پیا کریں گے البتہ اسکا نام بدل لیا کریں گے۔"

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام:

لا تقوم الساعۃ حتی یتسافد الناس تسافد البھائم فی الطرق۔ (رواہ الطبرانی عن ابن عمرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگ جانوروں کی طرح سرِ بازار زنا نہ کریں گے۔"

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام:

" لاتقوم الساعة حتی توجد المرأۃ نہارا تنکح وسط الطریق . لاینکر ذٰلک احد فیکون امثلھم یومئذ الذی یقول لو نحیتہا عن الطریق قلیلاً ، اعاذنا اللہ من ھٰذا " (رواہ الحدیث الحاکم عن ابی ھریرۃ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" اسوقت تک قیامت برپا نہ ہوگی حتیٰ کہ عورت سے دن دہاڑے سرِبازار زنا کیا جائے گا۔ جسے کوئی بُرا نہ جانے گا اور ان میں سے سب سے بہتر انسان وہ متصور ہوگا جو ان سے یوں کہے گا۔ یہ کام اگر راستے سے ذرا ہٹ کر کر لیا جاتا تو مناسب ہوتا۔ اللہ ہمیں اس صورتِ حال سے محفوظ رکھے "۔

(ناروے، سویڈن اور ڈنمارک جیسے ممالک میں بڑی بڑی شاہراہوں پہ ایسے کلب موجود ہیں جہاں اس قسم کے (LIVE SHOWS) برسرِعام ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف پارکوں میں بھی اسی قسم کے بے حیائی کے مناظر دیکھے جا سکتے ہیں۔ راقم سطور خود بھی اسکا شاہد ہے)

وقال علیہ الصلوٰۃ والسلام:

" ان من اشراط الساعة ان یُرفع العلمُ ویکثر الجھل ویکثر الزنا ویکثر شرب الخمر " (الحدیث رواہ البخاری و مسلم، ورفع العلم موت العلماء وکثرۃ الجھل الجھل بالدین "

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ علم اٹھا لیا جائے گا اور جہالت بڑھ جائے گی اور زنا زیادہ ہو جائے گا اور شراب بکثرت پی جائے گی " (علم کے اٹھ جانے سے مراد علماء کی موت ہے۔ جہالت کے بڑھنے سے مراد دین سے جہالت کا ہونا ہے۔)

۸۔ عورتیں اور مرد ایک دوسرے کی مشابہت کریں گے

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:

" من اقتراب الساعة تشبہ الرجال بالنساء والنساء بالرجال " (رواہ ابونعیم فی الحلیۃ عن حذیفۃ رواہ غیرہ مثلہ)۔

" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" قربِ قیامت میں مرد عورتوں کی مشابہت کریں گے اور عورتیں مردوں کی مشابہت کریں گی "

۱۰۔ سودی کاروبار کا غبار کیطرح پھیلنا

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:

" لیاتین علی الناس زمان لایبقی منھم الا اکل الربا فمن لم یاکل اصابہ من غبارہ " (رواہ الحدیث ابوداؤد وابن ماجہ والحاکم عن ابی ھریرۃ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

" لوگوں پہ ایک ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ ان میں سے ہر ایک سُود خور ہوگا اور جو نہ کھائے گا اسے بھی اس کی کچھ نہ کچھ گرد پہنچ جائے گی "

(دنیا بھر میں پھیلے ہوئے سرمایہ دارانہ نظام کی طرف اشارہ ہے جس میں تجارت، صنعت اور زراعت کا کوئی کاروبار سودی قرضوں کے بغیر نہیں چل سکتا)۔

۱۲۔ کلامِ حسین اور اعمالِ بد

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:

" انہ سیکون فی اُمتی اختلاف وفرقۃ ، قوم یحسنون القول ویسیئون العمل " (رواہ ابوشعیب الحرانی فی فوائد ، وابوداؤد، والحاکم فی المستدرک من حدیث قتادۃ وانس وابی سعید ورواہ احمد وابوداؤد، وابن ماجہ والحاکم من حدیث انس وحدہ)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"یقیناً میری اُمّت میں اختلاف اور فرقہ بازی ہوگی۔ ایسے لوگ ہوں گے جن کی باتیں اچھی ہوں گی اور اعمال بُرے ہوں گے۔"

۱۳۔ جہاد بالسیف کی معطلی

روی عن رسول اللّٰہ انہ قال "من اشراط الساعۃ سوء الجوار وقطیعۃ الارحام، وان یعطل السیف من الجھاد" (رواہ ابن مردویہ عن ابی ھریرۃ وابو نعیم فی تاریخ اصبھان)۔

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ پڑوسیوں سے بدسلوکی ہوگی، رشتے ٹوٹ جائیں گے۔ اور جہاد سے تلوار روک لی جائے گی۔"

۱۴۔ عُلمائے حق کا باقی رہنا

وروی عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، انہ قال: "لاتزال طائفۃ من اُمتی علی الحق ظاھرین لایضرھم من یخذلھم حتیٰ یاتی امر اللّٰہ" (رواہ مسلم والترمذی وابو داؤد عن ثوبان)۔

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"میری اُمّت میں سے ایک چھوٹی سی جماعت حق پر ہمیشہ قائم رہے گی جو لوگ ان سے الگ ہو جائیں گے وہ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے یعنی قیامت قائم ہو جائیگی۔"

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام:-

"من اقتراب الساعۃ موت الفجاۃ" (رواہ ابن ابی شیبہ عن الشعبی)۔

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"ناگہانی موت قیامت کے قرب کی علامت ہے۔"

دل کے دورے اور ناگہانی موت

(اس بات کا آسانی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آج سے پچاس سال قبل ناگہانی اموات یا ایسی امراض جو ناگہانی موت کا باعث ہوں۔ کسقدر قلیل تھیں اور آج کل کس قدر ہو گئی ہیں۔ یہ سب کچھ ہماری نگاہوں کے سامنے ہو گیا ہے۔ اچھے بھلے تنومند انسان دل کے دوروں کا شکار ہو رہے ہیں۔م)۔

۱۵۔ یہود کا تسلط اور دجال کا خروج

جاء فی الحدیث الذی رواہ ابن اسحاق بن بشر وابن عساکر کما فی (کنز العمال) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہ انّ رسول اللّٰہ قال عن الدجال الیھودی:-

"وتکون ایۃ خروجہ ترکھم للامر بالمعروف والنھی عن المنکر، وتھاونھم بالدماء اذا ضیعوا الحکم واکلوا الربا، وشیدوا البناء، وشربوا الخمر، واتخذوا القیان، ولبسوا الحریر، واظھروا بزۃ آل فرعون، ونقضوا العھد وتفقھوا لغیر الدین، وزینوا المساجد، وخربوا القلوب وقطعوا الارحام، وکثرت القُراء وقلت الفقھاء، وعطلت الحدود، وتشبہ الرجال بالنساء، والنساء بالرجال، وکتفی الرجال بالرجال والنساء بالنساء، بعث اللّٰہ علیھم الدجال فسلط علیھم"۔

قال ابن عباس، قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

"فعند ذلک ینزل اخی عیسیٰ بن مریم، وینزل عیسیٰ علیہ السلام، فی صف المسلمین المجاھدین الذین یجاھدون الدجال والیھود ویقاتلونھم، فیقتل الدجال ویدخل الناس جمیعاً فی دین اللّٰہ، ولایبقی علی وجہ الارض احد الا دخل الاسلام۔ وروی عن رسول اللّٰہ انہ قال "لتقاتلن المشرکین حتی یقاتل بقیتکم الدجال علی نھر الاردن انتم شرقیۃ وھم غربیۃ" قال راوی الحدیث: ولا ادری این الاردن یومئذ من الارض، رواۃ

البزار لبسند حسن والطبرانی وابن مندۃ فی الصحابی
من حدیث نهیك ابن صیم السکونی۔

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی دجال کے متعلق فرمایا کہ "اس کے ظاہر ہونے کی علامت یہ ہے کہ لوگ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑ دیں گے۔ قتل و غارت کو معمولی بات خیال کریں گے اور سود خوری کریں گے۔ شاندار و پختہ عمارتیں بنائیں گے۔ جبکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کو نافذ نہیں کریں گے۔ شراب پئیں گے گویوں سے لطف اندوز ہوں گے۔ ریشم پہنیں گے۔ آل فرعون کی زیبائش کا مظاہرہ کریں گے۔ عہد و پیمان توڑ ڈالیں گے۔ غیر دینی علوم میں خوب دسترس حاصل کریں گے۔ مسجدوں کو خوب سجائیں گے۔ دلوں کو ویران کریں گے، قطع رحمی کریں گے، قاریوں کی بہتات ہوگی۔ علماء کم ہو جائیں گے۔ حدود اللہ معطل کر دی جائیں گی۔ مرد عورتوں کی مشابہت اور عورتیں مردوں کی مشابہت کریں گے مرد مردوں کے ساتھ دل لگی کرنے میں اکتفایت کریں گے اور عورتیں عورتوں کے ساتھ کفایت کریں گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان میں دجال کو بھیجے گا اور اسے ان پر مسلط کر دے گا۔"

ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛
"ان حالات میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا وہ مسلمانوں کی صف میں آ جائیں گے جو دجال اور یہودیوں کے ساتھ جہاد و لڑائی کریں گے تو دجال مارا جائے گا اور لوگ سب کے سب اللہ کے دین میں داخل ہو جائیں گے۔ روئے زمین پر ایک آدمی بھی ایسا نہ ہو گا جو اسلام میں داخل نہ ہو گا۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔
"تم ضرور مشرکین سے جنگ کرو گے حتیٰ کہ تمہارے باقی ماندہ لوگ نہر اردن پر دجال سے جنگ کریں گے۔ تم مشرقی جہت میں ہو گے اور وہ مغربی جہت میں ہوں گے۔"

راوی حدیث کہتے ہیں کہ معلوم نہیں ان دن اس زمین کے کس خطہ پر ہو گا؟

لقد روی عن رسول اللہ انہ قال بعد تحدثہ بعلامات خروج الدجال؛
"...... انما احدثکم ھذا لتعقلوہ وتفقھوہ فاعملوا علیہ وحدثوا بہ من خلفکم، ولیحدث الآخر الاخر، فان فتنتہ اشد الفتن، روی الحدیث نعیم ورواہ الحاکم فی المستدرک۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق بتانے کے بعد فرمایا۔
"میں یہ سب کچھ تمہیں اس لیے بتا رہا ہوں تاکہ تمہیں اس کی صحیح معرفت نصیب ہو جائے اور اس کا فتنہ اچھی طرح سمجھ آ جائے اور اصل صورت حال کا پہلے سے اندازہ ہو تاکہ صحیح وقت پر صحیح تدبیر کر سکو اور آنے والی نسلوں کو متنبہ کر سکو اور وہ آگے نسل کو ایک دوسرے کو بتائیں کیونکہ اس کا فتنہ سب فتنوں سے شدید تر ہو گا۔"

عالم برزخ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ——— عالم برزخ اور ہمارے درمیان ہزار ہا حجابات ہیں موت کے فوراً بعد عالم برزخ شروع ہو جاتا ہے۔ گو میت چارپائی پر رکھی ہے لیکن عالم برزخ میں ہے۔ قبر پر تھوڑی مٹی کے نیچے کا فاصلہ نہیں بلکہ برزخ کے ہزار ہا حجابات ہیں۔ برزخ ایسا پردہ ہے جو وہاں پہنچ جانے والوں کو واپس نہیں آنے دیتا۔ کسی زندہ انسان کی رسائی وہاں تک آسان نہیں۔ برزخ کا رُخ قیامت کی طرف اور پشت ہماری طرف ہے۔ برزخ میں پہنچا ہوا شخص خود تو ترقی نہیں کر سکتا کیونکہ اُس کے اعمال منقطع ہو چکے ہوتے ہیں۔ جہاں کوئی زندہ شخص ان کے درجات کی بلندی و ترقی کا موجب بن سکتا ہے، اعمال و صدقات کا ثواب اُن کو بخشیں تو انہیں فائدہ پہنچتا ہے، کیونکہ دنیا کے ساتھ قیامت کا بھی تعلق ہے۔ دُنیا کا سارا حساب تو میدان حشر میں ہو گا۔ پُل صراط کے بعد پھر دار القرار ہے۔

حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

کرامات اولیاء

وہ کون تھا؟

حاجی میاں قمر الدین رئیس اعظم و ذیلدار اچھرہ لاہور کا چشم دید واقعہ

اچھرہ، لاہور کے قریب ایک اسلامی قصبہ تھا کئی سال گذرے اس قصبہ کی جامع مسجد میں نماز مغرب پڑھی جا رہی تھی کہ ایک نہایت ہی دُبلا پتلا مسافر آیا اور شامل نماز ہوگیا۔ اگرچہ یہ مسافر محض ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ تاہم اس کی صورت باا ثر تھی۔ نماز پڑھی گئی اور نمازی اپنے اپنے گھر چلے گئے تھوڑے عرصہ بعد ایک مقامی مسلمان کھانا لے کر داخلِ مسجد ہوا اور اس نو وارد سے کہا "آپ بھوکے ہوں گے، میں کھانا لایا ہوں براہ کرم تناول فرمالیں آپ کی بڑی عنایت ہوگی" مسافر نے جواب دیا "لیکن معاف فرمائیے کچھ پرہیز ہے" "حضرت آپ کچھ فکر نہ کیجئے یہ سادہ سی روٹی ہے، مرچ کم ہے اور گھی بھی بازاری نہیں ہے!" مقامی مسلمان نے جواب دیا۔

"بھائی میرا مطلب یہ نہیں ہے" مسافر نے کہا "پھر کیا مطلب ہے" مقامی مسلمان نے پوچھا مسافر چپ ہوگیا اور مقامی مسلمان اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا۔ چند منٹ بعد مسافر نے زبان کھولی اور کہا "امید ہے آپ مجھے معاف فرمائیں گے مجھے آپ سے کچھ بھی کہنے سننے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن آپ کھانا لے کر آ گئے تو مجبوراً مجھے عرض کرنا ضروری ہوگیا ہے آپ جانتے ہیں کہ شریعت اسلام میں طعام حلال نماز پنجگانہ ہی کی طرح فرض ہے ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی مسلمان کا لقمہ حلال نہ ہو تو اللہ کی بارگاہ میں اس کے نہ فرض قبول ہوتے ہیں اور نہ نفل، چونکہ اس انگریزی راج میں حلال و حرام کی تمیز اٹھ چکی ہے اس واسطے میں جب تک پوری طرح جان پہچان نہیں کر لیتا میں کسی بھائی کو کبھی کھانے کی تکلیف نہیں دیتا"

حضرت! آپ نے یہ کیا فرمایا" مقامی مسلمان نے کہنا شروع کیا" معاذ اللہ میں حرام خور نہیں ہوں۔ یہ چوری کا مال نہیں ہے۔ جو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے میں یہاں منڈی میں آڑھت کا بیوپار کر کے اپنی روزی کماتا ہوں، آپ اس کا وہم نہ کیجئے" "تو پھر آپ کی تجارت کے کسی مرحلہ میں سود کا لینا دینا نہیں ہوتا" مسافر نے پوچھا۔

"میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کئی مواقع پر ہم کو منڈی سے قرض لینا پڑتا ہے اور مقررہ شرح پر سود بھی دینا پڑتا ہے اسی طرح تجارتی مال کے ہیر پھیر میں دوسرے تاجروں سے بھی ہم سود وصول کر لیتے ہیں مقامی مسلمان نے جواب دیا۔"

"تو میں معافی چاہتا ہوں کہ آپ کو تکلیف ہوئی۔ احکام قرآن کے مطابق وہ تجارتی منافع جس میں سود کی آمیزش ہو حلال نہیں کہلا سکتا۔ ممکن ہے کہ آپ تجارتی رسوم یا حکومتی امرار کے ماتحت مجبور ہوں۔ لیکن میں مجبور نہیں ہوں بیشک آپ کو تکلیف ہوئی اور آپ کی دل شکنی بھی ہوئی ہوگی مگر آپ کے اسلامی اخلاق سے امید کرتا ہوں کہ آپ اسکے لیے مجھے معاف فرمائیں گے"

اس کے بعد مسافر نے مقامی مسلمان سے رُخ پھیر لیا اور قبلہ کی طرف منہ کر لیا۔ اور یاد خدا میں مشغول ہوگیا۔ مقامی

مسلمان اس آخری جواب سے سخت مضطرب اور پریشان ہُوا اس نے نہایت ندامت سے برتن اٹھائے اور سر جھکا کر واپس چلا آیا اور برتن گھر پہنچا کر ہمسایہ کے ہاں پہنچا اور اس سے کہا کہ مسجد میں ایک بزرگ مسافر آئے ہیں آپ اپنے ہاں سے کھانا لے جائیں اور کھلا آئیں یہ مسافر مقامی ہسپتال میں ڈاکٹری کا کام کرتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کھانا اٹھایا اور مسجد میں جا پہنچے، مسافر نے نہایت نرمی اور خوش خوئی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب سے تعارف اور جان پہچان کی فرمائش کی، ڈاکٹر صاحب ذرا باتونی بزرگ تھے انہوں نے کہانی سنانا شروع کی اور کہا "حضرت مجھ پر بڑا اللہ کا فضل ہے میری ایک سو روپیہ تنخواہ ہے دو چار روپے ہر روز اوپر سے بھی آجاتے ہیں۔"

بڑا لڑکا کچہری میں ملازم ہے وہ ۵۵ روپے تنخواہ پاتا ہے اور دو چار روپے روزانہ وہ بھی لے آتا ہے۔ زمین بھی ہے جس سے سال کا غلہ آجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ڈاکٹر صاحب کی کہانی ختم ہوئی تو مسافر نے انہیں نہایت ہی محبت اور شیرینی سے سمجھایا کہ اسلام مقدس کی رُو سے رشوت ستانی کس قدر بڑا جرم ہے اور آخر میں اپنی معذوری ظاہر کر کے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔ مسافر کی گفتگو اس قدر سنجیدہ اور باوقار تھی کہ ڈاکٹر صاحب نے بھی ان کے سامنے اپنی گردن خم کر دی اور بڑی ندامت کے ساتھ کھانا اٹھا کر گھر واپس چل دیئے یہاں تاجر صاحب پہلے ہی ان کے منتظر تھے یہ دونوں نہایت ہی درد و ندامت کے ساتھ ایک دوسرے کو اپنی کہانی سنا رہے تھے کہ دو چار اور نیک دل مسلمان وہاں جمع ہو گئے۔ انہوں نے بھی یہ دونوں کہانیاں سنیں اور آناً فاناً یہ بات محلے میں عام ہو گئی۔

ڈاکٹر صاحب اور تاجر صاحب نے مل کر عذر کیا کہ اب کسی زمیندار کے ہاں سے کھانا بھجوانا چاہیئے۔ تاکہ اس پر سود یا رشوت کا الزام نہ آسکے۔ چنانچہ اسی وقت ایک زمیندار کے ہاں سے کھانا بھجوایا گیا۔ مسافر نے ان سے پوچھا "آپ کے پاس کوئی گروی زمین تو نہیں ہے" جب زمیندار نے اس کا اقرار کیا تو مسافر نے انہیں پھیر دیا اور کہا کہ جو شخص مسلمان ہو کر زمین گروی رکھتا ہے اس کی کمائی حرام سے خالی نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد ایک عالم صاحب کو بھیجا گیا۔ ان میں نقص پایا گیا کہ انہوں نے اپنی بہنوں اور لڑکیوں کو حکم شریعت کے مطابق جائداد میں سے حصہ نہیں دیا تھا۔ اس واسطے مسافر نے ان کا کھانا بھی رد کر دیا اور فرمایا کہ آپ بہنوں اور لڑکیوں کے حصہ شرعی کے غاصب ہیں اور آپ کے ہر لقمے میں آدھے سے کم حرام شامل نہیں ہے، نماز مغرب سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور رات کے ۹ بج گئے۔ متعدد مسلمان کھانا لے کر گئے مگر مسجد سے شرمندہ و نگوں سار ہو کر واپس آئے۔

مسافر کُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا کی قرآنی کسوٹی لئے مسجد میں بیٹھا تھا اور ہر مسلمان کو جو کھانا لے کر جاتا تھا۔ اس قرآنی کسوٹی پر پرکھتا تھا اور شرمندہ کر کے باہر نکال دیتا تھا تمام آبادی میں شور برپا ہو گیا جا بجا یہی چرچا شروع تھا، مسلمانوں کو بھوک اور نیند بھول گئی گھروں میں بازاروں میں گلی کوچوں میں جہاں بھی چار آدمی بیٹھے تھے یہی گفتگو اور ذکر شروع تھا جب کسی ایک جگہ ایک مسلمان دوسرے کو کہتا تھا کہ تم کھانا لے جاؤ تو وہ اسی وقت کانوں پر ہاتھ رکھ دیتا تھا۔ کوئی کہتا تھا کہ میں راشی ہوں کوئی کہتا تھا کہ میں سود خور ہوں کوئی کہتا تھا کہ میں کم تولتا ہوں، کوئی کہتا تھا کہ میں نے لڑکیوں کو حصہ نہیں دیا کوئی کہتا تھا کہ میرے لڑکوں کی آمدنی میں حرام شامل ہے مختصر یہ کہ دلوں کے عیوب آج زبانوں پر آگئے تھے اور ان کا برملا اعلان ہو رہا تھا اگرچہ اچھرہ میں ہزارہا مسلمان آباد تھے مگر ایک شخص بھی اکلِ حلال کا مدعی بن کر سامنے نہیں آتا تھا بزرگانِ قصبہ کی گردنیں خم تھیں حساس مسلمان زمین میں غرق ہوئے جاتے تھے کہ آج ہزارہا مسلمانوں میں ایک شخص بھی نہیں ملتا جو ایک ایسے مہمان کو جو اکلِ حلال کا طالب تھا ایک ہی وقت کا کھانا کھلا سکے رات کے دس بج گئے مگر کسی کے گھر سے کھانا نہ گیا۔ اب سوال یہ در پیش تھا۔ کیا یہ مسافر اچھرہ سے بھوکا چلا جائے گا کیا رسولؐ کے امتی حرام کھانے پر مصر رہیں گے؟ جوں جوں وقت گذرتا گیا دلوں کا اضطراب بڑھتا جاتا تھا یہاں تک کہ رات کے گیارہ بج گئے۔ آخر مجمع میں امید کی کرن جلوہ گر ہوئی ایک شخص نے کہا میں ابھی لڑکیوں کا حصہ دیتا ہوں اور اس نے دیدیا۔ دوسرے نے کہا میں گروی زمین چھوڑتا ہوں۔ اور اس نے چھوڑ دی تیسرے نے کہا میں آج کے بعد کبھی سود نہ لوں گا اور اس نے سود کا کاروبار ترک کر دیا۔ مختصر یہ کہ آن کی آن میں اچھرہ کے بے شمار مسلمانوں پر توبہ استغفار کے دروازے

کھل گئے ۔ کسی نے رشوت چھوڑ دی ۔ کسی نے جھوٹی گواہی کا پیشہ چھوڑ دیا ۔ کسی نے راگ رنگ سے توبہ کر لی ۔ کسی نے یتیموں کا غصب شدہ مال واپس کر دیا ۔ اس کے بعد تائبین کی جماعت کھانا لے کر مسافر کے پاس آئی اور اسے بتایا گیا کہ اچھرہ کے بے شمار مسلمان اب اللہ کی بارگاہ میں جھک گئے ہیں انہوں نے اپنی غلطیوں کو محسوس کر لیا ہے اور اب عملی اصلاح اور توبہ کے بعد آپ کے پاس آئے ہیں اور یہ کھانا پیش کرتے ہیں مسافر نے جب یہ واردات سنی تو سجدے میں گر گئے اس کے بعد دسترخوان بچھا ، کھانا چنا گیا جس میں سے مسافر نے چند لقمے کھائے اور اس کے بعد لوگوں کو رخصت کر دیا ۔

صبح کے وقت اچھرہ کے بے شمار مسلمان جوق در جوق مسجد میں آئے تاکہ اس باخدا انسان کی زیارت کریں جس کے زہد بے ریا نے اپنے صرف ایک ہی عمل سے اچھرہ کے بیشتر مسلمانوں کو صحیح معنوں میں سچا مسلمان بنا دیا تھا ۔ مگر وہ حیرت زدہ ہو گئے جب انہیں بتایا گیا کہ مسافر تہجد کے بعد مسجد سے نکلا تھا اور پھر واپس نہیں آیا ۔

یہ ایک واقعہ ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اہل اللہ کس طرح خلق خدا کی اصلاح کیا کرتے ہیں ۔ مسافر نے کوئی وعظ نہیں کیا ، کوئی جلسہ نہیں کیا ، کوئی کتاب نہیں چھاپی کوئی درس و تدریس کا نصاب نہیں بنایا ۔ وہ مغرب سے تہجد تک چند گھنٹے اچھرہ کی جامع مسجد میں ٹھہرا مگر جب وہاں سے نکلا تو صدہا مسلمانوں کی اصلاح ہو چکی تھی بے شمار یتیموں کو اپنا حق مل چکا تھا ۔ بہت سے مقروضوں نے اپنا قرضہ وصول کر لیا تھا بہت سے رشوت خور رشوت ستانی سے باز آ چکے تھے ، بہت سے شرابی شراب خوری سے منہ موڑ چکے تھے بہت سے جواری جوا چھوڑ چکے تھے یہ سب کے سب لوگ قریباً وہ تھے جن پر صدہا مرتبہ قرآن پڑھا گیا ۔ جنہیں بیسیوں مرتبہ وعظ سنائے گئے اور جن سے متعدد مرتبہ بہنوں بھائیوں یتیموں نے جمع ہو کر اہل حق کے لیے حق کا مطالبہ کیا مگر وہ ظلم و ستم سے باز نہ آئے ۔ مگر اب وہ ایک ہی رات میں اس طرح از خود گناہوں سے تائب ہو گئے کہ گویا انہوں نے کبھی گناہ نہیں کیا تھا پھر لطف یہ کہ یہ سارا کام نماز مغرب سے شروع ہوا اور اسی رات گیارہ بجے ختم ہو گیا ۔ ایسے ہی باعمل اور باخدا انسان ہیں جن کی نگاہیں قوموں اور ملکوں کی تقدیریں بدل دیتی ہیں ۔ یہ اخلاص اور للہیت اہل دل ہی کا حصہ ہے ۔

۲۸ جولائی تا ۳ ستمبر

اجتماع

دارالعرفان منارہ کے تربیتی پروگرام کی ایک جھلک

نماز تہجد ، ذکر خفی ، نماز فجر ، درس قرآن مجید ، اشراق ، بیان اصلاح احوال اور مجلس ذکر ، نماز ظہر ، تلاوت قرآن مجید ، صحبت شیخ مکرم ، نماز عصر ، نماز مغرب ، اوابین مجلس ذکر خفی ، نماز عشاء ، آرام

دارالعرفان منارہ

ضلع چکوال ، پنڈی سرگودھا روڈ براستہ چکوال

برلب سڑک چکوال اور خوشاب سے ۲۳ میل کے فاصلہ پر واقع ہے ۔ اس مرکز میں ہر سال ایک عظیم الشان اجتماع ہوتا ہے جہاں شیخ سلسلہ ۴۰ دن کے لیے تشریف لاتے ہیں اور اندرون ملک اور بیرون ملک سے احباب جمع ہو کر فیض یاب ہوتے ہیں

دھماکے اور دھماکہ

حافظ عبدالرزاق

۱۰ اپریل کو ملک کے اہم مرکزی و حساس شہر میں ایک حادثہ پیش آیا۔ قومی پریس نے اسے قیامت صغریٰ کے عنوان کیساتھ پیش کیا اور آپ جانتے ہیں کہ پریس قوم کے تصورات و مشاغل کا عکاس بھی ہوتا ہے اور رہنما بھی۔ اسلئے قیامت صغریٰ کی ترکیب کا استعمال بتاتا ہے کہ قوم کے ذہن یا نہاں خانۂ دل میں قیامت کبریٰ کا تصور موجود ہے۔ اس تصور کی حیثیت کیا ہے؟ بعد میں دیکھیں گے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ قیامت صغریٰ کی ترکیب میں جو حقیقت اجمالی صورت میں پیش کی گئی ہے اس کی تفصیل کیا ہے —— قومی پریس نے آگاہ کیا کہ وہ جگہ جہاں پورے ملک کے منتخب پاکیزہ لوگ کہ برگزیدہ افراد جنہیں سرکاری زبان میں "کریم آف دی نیشن" کہا جاتا ہے قوم کی بگڑی بنانے کیلئے جمع ہوتے ہیں اور جیسے تو قوم کا چالیس سالہ ارمان وعدہ پورا کرنے کیلئے ہمہ تن نفاذ اسلام میں مصروف ہیں ان کی قیام گاہ کے عین پہلو میں قیامت صغریٰ برپا ہوئی اور ہوا یوں کہ اچانک ایک دھماکہ ہوا اور پھر دھماکوں پر دھماکے ہوتے رہے اور آن کی آن میں آتش و آہن کی موسلا دھار بارش شروع ہوگئی بم برسے میزائل اُڑے شعلے اُٹھے دھواں بلند ہوا اور انسانی جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو کر فضا میں تیرنے اور زمین پر گرنے لگے۔ فلک بوس عمارتیں ملبے کے ڈھیر کی صورت اختیار کر گئیں انسان لیوڈ والکروں سے نکل بھاگے۔ اسی بھاگم بھاگ میں کتنے ہی تنگیوں کی زمین پر گر کر لاشہ بیجان ہوگئے ہزاروں انسان زخمی ہو کر خاک و خون میں لوٹنے اور تڑپنے لگے ہزاروں بچے گم ہوگئے اور ہزاروں بچوں کے والدین اور رشتہ دار لاپتہ ہوگئے ہر طرف چیخ و پکار مگر یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ سرکاری تفتیش کریگی کمیٹیاں بیٹھیں گی بیانات جاری کئے جائیں گے۔ نہ جانے کب فیصلہ ہوگا کہ یہ حادثہ کیوں ہوا مگر ہمارا قومی پریس تو زیرک کیا ذہین ہے کہ اس نے پہلے دھماکے پر بلا جھجک اعلان کر دیا کہ یہ قیامت صغریٰ ہے اور ظاہر ہے کہ قیامت برپا کرنا اللہ تعالیٰ کا اپنا کام ہے وہ جب چاہے قیامت برپا کر دے مگر یہ حقیقت تو اس قیامت کے حوالے سے بیان کیجاتی ہے جسے قیامت کبریٰ کہتے ہیں تو کیا قیامت صغریٰ بھی برپا کرتا ہے اگر ایسا ہے تو قیامت سے پہلے قیامت کیوں؟ ہاں یہی اس کا کرم ہے وہ خواب خرگوش میں مست انسانیت کو جگانے کیلئے کبھی کبھی یوں جھنجھوڑتا ہے اور یہ عمل حشر قیامت صغریٰ کی صورت میں آتا ہے تو کیا ہم سوئے ہوئے تھے کہ اس نے ہمیں یوں جھنجھوڑ کر جگایا؟ ہاں یہ سوچنے کی بات ہے ذرا دیکھو کہ سوتے اور جاگتے انسان میں فرق کیا ہوتا ہے یہی نا کہ سوتا آدمی اپنے نفع و نقصان سے غافل و بیخبر ہوتا ہے اور بیدار انسان ہر حال میں فائدہ حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کی فکر میں رہتا ہے۔ اگر ہم جاگتے ہیں تو کیا ہم نے کبھی بیداری کا ثبوت دیا؟ کیا ہم نے نفع کے حصول و نقصان سے بچنے کی کبھی فکر کی؟ کیوں نہیں ہم نے یہ لوٹ مار یہ دن دیہاڑے ڈاکے ڈالنا یہ ہیرا پھیری کا کاروبار یہ غبن یہ رشوت یہ دھوکے یہ ہیرا پھیری یہ کروڑوں روپے قرض لیکر انکو ہضم کر جانے اور قلم زن کرنے کی جدوجہد کیا نفع کے حصول کا سارا کاروبار نہیں؟ یہ تو درست ہے مگر تم تو مسلمان ہونے کے دعویدار ہو تم نے تو کہا تھا پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ تو کیا تمہارا یہ فرض نہیں کہ تم اللہ سے پوچھو نفع کیا ہے اور نفع کا کاروبار کونسا ہے لیکن تم نہ پوچھتے تب بھی بتانے والے تمہیں بار بار بتاتے رہتے ہیں مگر تم ان کی سنتے کب ہو تم نے بھی نوٹ و رنگلی پیمانے بنا رکھے ہیں۔ انہی سے نفع و نقصان کو ناپتے اور تولتے ہو۔ اس نے تو بتایا ہے کہ نفع کا کام وہ ہے جس سے ابدی زندگی کی راحتیں میسر آئیں اور اسکا سلیقہ اور طریقہ یہ ہے کہ ایسی زندگی بسر کرو جس طرح تیرے نبی نے جینا سکھایا ہے کیا تم اسی انداز کی زندگی بسر کر رہے ہو تم اپنی تہذیب کو دیکھو تم نے فحاشی اور بے حیائی کو فن و آرٹ کا نام دیکر انسان کو ڈگر دھوکا رکھ دیا ہے۔ تم ذرا اپنے ریڈیو ٹی وی کا تقابلی مطالعہ کر دیکھو۔ اللہ کے گھر کا امام آئے تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ کنجروں اور بھانڈوں کا نام آئے تو میر سے لیکر گورنر اور وزیر تک ان کی راہ میں آنکھیں بچھاتے ہیں اور ایوان صدر میں ان کی ضیافت ہو۔ سوچو تم کہاں کھڑے ہو اور تمہیں کہاں سے گرا کر کہاں پہنچا دیا گیا —— تم اپنے ایمان اور عقیدہ کو دیکھو تم نے اللہ کی کتاب کے ساتھ کیا مذاق کیا ہے۔ مسلمانوں کو قرآن کا مفہوم سمجھانے کیلئے غیر مسلم سکالر مقرر کئے جنکا اس قرآن پر ایمان ہی نہیں وہ اس حقیقت کا اعلان وانشگاف الفاظ میں کر گئے۔ تمہاری بیگمات نے قرآن کے خلاف جلوس نکالے اور تم ٹس سے مس نہ ہوئے۔ قدرت نے تمہیں جھنجھوڑا کہ تم خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ تمہارے بیان سے یہ بات تو جھلکتی ہے کہ قیامت کبریٰ کا تصور تمہارے ذہن میں موجود ہے مگر تمہاری عملی زندگی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصور محض ایک ادبی ضرورت کے طور پر ہے یقین و ایمان کی قسم کا نہیں اسکے آنے کی صورت یہ ہوگی کہ صرف ایک دھماکہ ہوگا اور ایسا دھماکہ کہ کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ بتانیوالے نے اس کی منظر کشی کرتے ہوئے بتایا کہ جب دھماکہ ہوگا تو انسانوں کی حالت یہ ہوگی جیسے بکھرے ہوئے پروانے۔ اور فلک بوس پہاڑیوں ہونگے جیسے دھنی ہوئی روئی مگر اس بڑے دھماکے کے بعد تو کچھ کرنے کی مہلت نہ ہوگی بلکہ کئے دھرے کا بدلہ ملنے کا انتظام ہوگا اور یہ دھماکے اسلئے ہو رہے ہیں کہ جاگو اور کوشش کرو کہ اس بڑے دھماکے کے بعد جب کچھ ملنے کا موقع آئے تو تمہیں سزا نہ سنائی جائے بلکہ تمہارے لیے انعامات کا اعلان ہو —— مگر تم کتنے دلیر ہو مستقل مزاج ہو۔ ان پے در پے دھماکوں کے بعد تم نے وہ نقشہ پیش کیا کہ شیطان بھی پناہ مانگے تم نے اپنی پسند کے جن لوگوں کو اپنی ناؤ کا کھویا چُنا انہوں نے ان دھماکوں کا مذاق اُڑاتے ہوئے اعلان کرتے ہوئے "جہنم سے ڈرنا بڑی بزدلی ہے۔" اور انہوں نے جلتے ہوئے گھروں، فضا میں اڑتی اور زمین پر بکھری ہوئی لاشوں کے بالکل پہلو میں بیواؤں کیساتھ رقص و سرود کی محفلیں سجا کر اور وہ بھی رمضان کے مہینے میں جشن منایا۔ "مژدہ اے مرگ عیسیٰ آپ ہی بیمار ہے۔" مگر تم مجبور ہو یہ جمہوریت کی برکات ہیں مغربی جمہوریت نے ووٹر اور امیدوار کے لیے صرف ایک کوالیفیکیشن رکھی ہے کہ وہ بالغ ہو اور بس لہذا جہاں ووٹر ایسے ہوں نمائندے بھی ایسے ہی ہوتے ہیں اگر آپ ہمیں ان سے خیر کی توقع ہے تو ترجمان حقیقت کا فتویٰ بھی سن لو جو "کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید۔"

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ادبی عظمت

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

عربی ادب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث آپ کے مکتوب آپ کے خطبات اور وعظ و ارشاد کے اعلیٰ ترین نمونوں کا بہت بلند مقام ہے بلکہ صحیح بات تو یہ ہے دنیا کی تمام زبانوں کے ادب میں کسی شخصیت کا اتنا بلند پُراثر تاریخ ساز اور دائمی اثر نہیں ہے ظہور قدسی سے عربی زبان کی حیثیت بدل گئی، مزاج اور محاورہ بدل گیا الفاظ و تراکیب میں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اسلوب اور انداز بیان تبدیل ہوگیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپؐ کے طفیل عربی زبان کو نہ صرف یہ کہ متفرق قبائل کے لہجوں سے نکل کر ایک متحدہ اور زندہ جاوید زبان بننے کا شرف حاصل ہوا۔ بلکہ ادبیات سے ایک وسیع و دقیع ذخیرہ بھی میسر آگیا حضورؐ کی احادیث کا عربی ادب میں ایک نہایت بلند اور خاص مقام ہے اور عربی ادب کی تاریخ پر زبردست اثرات ہیں ــــ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے حکمت سے پُر جامع کلمات و ارشادات جو جوامع الکلم کہلاتے ہیں، ہمیشہ سے ادباءؔ و خطباءؔ کے کلام کی زینت اور انشا پردازی کا سہارا اپنے رہے ہیں آپؐ کے خطبات عربی خطابت کی تاریخ کا بلند ترین نمونہ ہیں۔ آپؐ نے اپنے عہد میں جو مکتوب، فرامین اور احکام جاری فرمائے وہ بھی عرب فصحاء و بلغاء کے ادبی رسائل میں ایک امتیازی شان رکھتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ عربی ادبیات کی تاریخ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت اور خطیبانہ کمالات کے بے شمار پہلو ہیں اور ان میں سے ہر ایک پہلو ایک مستقل باب کی حیثیت رکھتا ہے۔

عربی علم البلاغت کی کتابوں میں "المدح بما یشبہ الذم" کے ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد متداول ہے آپ فرماتے ہیں کہ عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں مگر میں قبیلہ قریش سے تعلق رکھتا ہوں اور میں نے بنو سعد بن بکر میں پرورش پائی ہے ایک اور جگہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے جامع کلمات عطا کئے ہیں اور غزوہ احزاب میں اللہ تعالےٰ نے بادِ صبا کے ذریعے میری مدد فرمائی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ میں عرب میں گھومتا پھرا ہوں، فصحائے عرب کے خطبات سنے ہیں مگر آپ سے بڑھ کر فصیح و بلیغ کہیں بھی میں نے نہیں دیکھا۔ آخر یہ ادب آپ کو کس نے سکھایا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور کیا خوب سکھایا ہے۔

ان اقوال و اعبارات پر غور کیا جائے تو آنحضرتؐ کی فصاحت و بلاغت اور ادب کے چار عناصر ترکیبی نظر آتے ہیں جن میں سے دو تو یہی قبیلہ قریش اور قبیلہ بنو سعد بن بکر، ظہور قدسی کے بات کرنے کو ناپسند فرمایا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ میں تکلّف اور تصنع والی خطابت سے پرہیز کرتا ہوں مجھے وہ لوگ پسند نہیں جو باتونی اور زبان دراز ہوتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے خطبات و ارشادات میں ہمیشہ انتہائی پختگی صحت عامہ اور سچائی کو جلوہ گر دیکھا۔ دوران خطابت و کلام آپ کبھی غلطی نہ کرتے کہ تائید الٰہی ہمیشہ آپ کے شامل حال رہتی تھی ابو عثمان الجاحظ نے البیان والتبیین میں آنحضرتؐ کے متعدد جوامع الکلم اور خطابات نقل کرنے کے علاوہ آپ کی فصاحت و بلاغت اور اسلوب بیان کے متعلق بھی مفصل بحث کی ہے۔ وہ آپؐ کے انداز خطابت کے بارے میں ایک جگہ لکھتا ہے آپ کے کلام کے حروف کی تعداد کم ہوتی مگر ان میں معانی کی مقدار ہمیشہ زیادہ ہوتی۔ آپؐ تکلف و تصنع سے اجتناب کرتے تھے اور صحیح معنی میں اللہ کے اس قول کی عملی تفسیر تھے کہ وما انا من المتکلفین یعنی میں تکلف کرنے والوں میں سے نہیں ہوں بھلا آپؐ کیسے تکلف کر سکتے تھے جبکہ آپؐ تو تقریر و خطابت میں باچھیں کھولنے اور آواز بھاری کرنے کو معیوب قرار دیتے تھے جہاں تفصیل کی ضرورت ہوتی وہاں شرح و بسط سے کام لیتے تھے، جہاں اختصار کا موقع ہوتا

وہاں مختصر خطاب کرتے تھے آپ کے کلام میں نہ تو غیر مانوس قسم کے الفاظ ہوتے اور نہ سوقیانہ انداز، بلکہ آپؐ جب بھی بولتے حکمت کے چشمے پھوٹتے۔ آپؐ کے اسلوب بیان کو اللہ کی حفاظت و تائید حاصل تھی آپؐ کا بیان معجز نظام ایسا تھا جیسے اللہ کی جانب سے محبوب و مقبول ہونے کا شرف حاصل تھا جس میں ہیبت بھی تھی اور شیرینی بھی، جامع الفاظ، کثرت معنی کے ساتھ ساتھ حسنِ تفہیم کا پہلو بھی رکھتا تھا آپؐ کی ہر بات اس قدر واضح اور عام فہم ہوتی کہ دوہرانے یا دوبارہ سننے کی ضرورت نہیں رہتی تھی آپؐ کے کلام میں کبھی لغزش یا نقص نہ پیدا ہوا۔ آپؐ کا بیان مدلل و مسکت ہوتا آپؐ کبھی کسی خطیب سے لاجواب نہ ہوئے۔ آپؐ کے طویل خطبات میں پُر مغز و مختصر جملے ہوتے۔ آپؐ ہمیشہ حق و صداقت کی بات کرتے الفاظ کے ہیر پھیر کا سہارا لینے یا عیب جوئی سے ہمیشہ اجتناب کرتے نہ سست روی سے کام، نہ جلد بازی سے، نہ حد سے زیادہ طول دیتے اور نہ بات کرنے سے عاجز آتے بلکہ آپؐ کے کلام سے زیادہ نفع بخش، الفاظ و معنی میں توازن، بلند مقصد، زیادہ پُر اثر ادائیگی وقت عرب میں صرف دو قبیلے تھے جن کی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت کا سکہ چلتا تھا، ایک قبیلہ قریش تھا جس کی زبان عربی مبین کہلاتی ہے۔ اور تمام قبائل عرب سے شعراء ان کو اپنا جج مانتے اور قریش کے ادبی فیصلوں کو تسلیم کرتے تھے۔ اسی طرح بنو سعد بن بکر کا قبیلہ بھی فصاحت و بلاغت اور ادبی مقام کا مالک تھا اسی قبیلے میں آپؐ نے پرورش پائی اور حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو آپ کے رضاعی ماں ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ ان ہر دو قبائل کی فصاحت و بلاغت زبان دانی کا آپؐ پر بہت اثر ہوا۔ چنانچہ جب آپؐ یہ فرماتے ہیں کہ "انا افصح العرب بید انی حسن قریشی و نشان فی بنی سعد بن بکر" تو درحقیقت آپ اس بات کی طرف اشارہ فرماتے کہ مسبب الاسباب نے اپنے آخری پیغام کے لیے جو ذات منتخب فرمائی اس کی پیدائش اور پرورش عرب کے دو مسلم فصیح و بلیغ قبائل میں ہوئی۔

با اعتماد ایمان دار ادارہ

KARWAN

ESTATE AGENCY

جائیداد
کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں
ہماری خدمات حاصل کریں۔

FOR
SALE & PURCHASE OF
PROPERTY

115- Ferozpur Road
NEAR GLAXY CINEMA, LAHORE.16
PHONES : 418775-413091
271765-270686

فصاحت وبلاغت کا تیسرا عنصر عنایت ربانی ہے۔ "فانک باعیننا" کہ تو تو ہماری نظروں میں ہے۔ ہماری عنایت و اہتمام کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ چنانچہ جب آپ فرماتے ہیں کہ "ادبنی ربی فاحسن تادیبی" تو آپ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہیں قرآن مجید کے جو الفاظ و کلمات آپ کے قلب اطہر پر نازل ہوئے ان کی تاثیر بھی اسی عنایت ربانی کے ضمن میں آتی ہے۔

آنحضرتؐ کی فصاحت وبلاغت اور ادبی مقام کا چوتھا عنصر فطرت محمدی ہے یعنی اللہ تعالٰے نے آپؐ کو ظرف ہی اتنا وسیع و بے پایاں عطا فرمایا تھا جو بار نبوتؐ اور تبلیغ قرآن کا اہل تھا۔ اِنّ کلّ شیئٍ خلقناہ بقدرٍ کے مطابق اللہ تعالٰے نے آپ کی فطرت میں ہی فصاحت وبلاغت کے کمالات ودیعت فرما دیئے تھے بہرحال آپؐ کی فصاحت وبلاغت اور اسلوب بیان کا کمال دراصل فیضان الٰہی کا نتیجہ تھا اسی لیے کلام نبوتؐ پر وحی قرآنی کے اثرات واضح نظر آتے ہیں آپؐ کے اسلوب بیان میں نہ تکلّف تھا۔ نہ تصنع تھا سلیس الفاظ میں نازک و باریک معانی بیان فرماتے تھے اللہ تعالٰے نے آپؐ کو تمام قبائل کے لہجات کا علم دیا تھا چنانچہ آپؐ ہر قبیلے سے اس کے اپنے لہجے میں بات کرتے تھے۔ مشہور عرب عالم و ادیب ابی حنظ کہتا ہے کہ آنحضرتؐ نہ تو الفاظ کی تلاش کی مشقت کرتے تھے اور نہ معانی پیدا کرنے کے لیے کسی تکلّف سے کام لیتے تھے۔ آپؐ نے لفاظی، گلا پھاڑ کر اور باچھیں کھول کر لیں آسان ترا معنی میں زیادہ فصیح اور مقصد کو زیادہ واضح کلام کسی کا نہیں دیکھا۔"

یہ تو ہے حافظ کی رائے۔ مشہور سیرت نگار قاضی عیاض الشفا میں آنحضرتؐ کے ادبی مقام سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"جہاں تک فصاحت اور بلاغت بیانی کا تعلق ہے تو اس میں آپؐ کا بلند و افضل ترین مقام تھا۔ آپ کے مرتبے کو سب جانتے تھے۔ سلامت و روانی بیان کا کمال، بات میں اختصار، خوب صورت لفظ، پُرمعنی قول، صحیح معنی اور تکلّف کی کمی آپ کے کلام کے خصائص تھے آپؐ کو اللہ تعالٰے نے جامع کلمات کمال کی حکمت عطا کی تھی اور لہجات عرب کا علم دیا تھا۔ چنانچہ آپؐ ہر قبیلے سے اس کے لہجے میں بات کرتے تھے۔"

ابوبکر قطانی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حج کے زمانے میں مختلف ملکوں سے علماء اور شیوخ مکّہ مکرمہ میں آئے ہوئے تھے۔ محبّت الٰہی پہ بات چھڑ گئی۔ اس اجماع میں جنید بغدادیؒ سب سے کم عمر تھے۔ علماء نے اُن سے پوچھا کہ آپ کی اس معاملے میں کیا رائے ہے ——— جنید بغدادیؒ نے علماء کرام کی یہ فرمائش سُنی تو خاموش ہو گئے اور کچھ دیر کے لیے سر جھکائے رکھا۔ پھر سر اُٹھایا تو آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی برس رہی تھی اور زبان پر یہ الفاظ جاری تھے۔

"محبّت یہ ہے کہ بندہ اپنے جی سے گزر گیا ہو اور بے خود ہو گیا ہو، اپنے پروردگار کا ہر گھڑی ذکر کر رہا ہو اور اُس کی ادائیگی میں ہر دم مشغول ہو۔ دل کی نگاہوں سے اُس کی طرف دیکھ رہا ہو۔ اللہ کی ہیبت کے انوار نے اُس کے دل کو جلا دیا ہو۔ ہر وقت جام محبّت سے اُسی کی شراب صفا پیئے رہتا ہو۔ اللہ تعالٰے کے پردہ ہائے غیب سے اس پہ حیا منکشف ہو جائے اگر وہ ہم کلام ہو تو اللہ سے اور اوروں سے باتیں کرے تو اللہ تعالٰے کے بارے میں۔ یہ شخص اگر کوئی حرکت کرتا ہے تو امر ربّی سے، اگر سکون اختیار کرتا ہے تو اللہ کے حضور ہی سکون اختیار کرتا ہے۔ یہ شخص اگر جیتا ہے تو اللہ کے لیے۔ اللہ کے بل بوتے پر اور اللہ کی معیت میں۔" ——— جنید بغدادیؒ کے منہ سے یہ کلام نکل رہا تھا اور تمام علماء و مشائخ پر سناٹا چھایا ہوا تھا اور سب زار و قطار رو رہے تھے۔ جب حضرت جنیدؒ خاموش ہوئے تو سب نے کہا۔ "اے تاج العارفین! اس موضوع پر آپ نے مزید گفتگو کی گنجائش نہیں چھوڑی۔"

نفاذ اسلام

حافظ عبدالرزاق

پ اک س تا ن :۔ یہ ملک اس نام سے دنیا کے نقشے پر کیوں نظر آنے لگا، یا اس کے مقصد تخلیق کا محرک کونسا جذبہ تھا اس میں بڑے آدمیوں کی رائیں یقیناً مختلف ہیں اور وہ اپنی رائے کا اظہار پہلے دبی آواز سے کرتے تھے اب ڈنکے کی چوٹ سے کرنے لگے ہیں اور یہ ایک تاریخی عمل ہے ملک کی "ترقی" کے ساتھ ایسا ہونا لازمی تھا، مگر زیادہ تر لوگوں کے کانوں میں اب تک وہ نعرے گونج رہے ہیں جو تقسیم ملک سے ذرا پہلے قوم کی زبان پر آئے اور فضا میں گونجنے لگے کہ پاکستان کا مطلب کیا! ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا مطلب کیا! اس میں کسی کو اختلاف نہیں اور اختلاف ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ الفاظ اور معنی میں جو تعلق ہے وہ اختلاف کرنے نہیں دیتا اور وہ مطلب صرف یہ ہے کہ ہم یہ ملک اس لیے چاہتے ہیں کہ اس میں اس طریقہ سے زندگی بسر کریں جو ہمارا رب اور ہمارا خالق سکھاتا اور حکم دیتا ہے دستوری یا قانونی زبان میں مطلب یہ ہوا کہ ہم اس ملک میں اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کا قانون نافذ کریں گے تا کہ ہماری پرائیویٹ اور پبلک ہر دو قسم کی زندگی اسلام کے مطابق گذر سکے ۔

اب صورت حال یہ ہے کہ یہ نظریہ رکھنے والے لوگ تعداد میں گو زیادہ ہیں۔ مگر قوت اور اختیار و اقتدار کے اعتبار سے کمزور اور بے بس ہیں اور جن کو اس نظریہ سے اختلاف ہے وہ گو تھوڑے ہیں لیکن ان کو ہر قسم کا غلبہ حاصل ہے ایک تو یہ غلبہ انہیں انگریز سے ورثہ میں ملا دوسرا انہیں غالب آنے کا وہ ڈھنگ آتا ہے جو انہوں نے اپنے اجداد سے سیکھا ہے۔ اس لیے اس سلسلے میں قوم اندرونی کشمکش اور کھینچا تانی میں مبتلا ہے

اب حالات میں کچھ تبدیلی آگئی ہے ۳۰، ۳۵ سال کا عرصہ یوں گذرا کہ کبھی جمہوریت کے لیے کوششیں ہوئیں اور کبھی مارشل لاء کا سکہ چلتا رہا پہلی کوشش کا ماحصل یہ ہوا کہ اسلامی نظریے کے حامل لوگوں کو قوم کی نمائندگی کا موقع ہی نہ مل سکا اور دوسری صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب بھی مارشل لا لگا زیادہ تر اختیار ان لوگوں کے ہاتھ میں آیا جن کا قلبی اور عملی تعلق ابن سبا کی تحریک سے تھا جس کے ہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ سرے سے نامکمل سٹیٹمنٹ ہے

ہاں ایک مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ایسا ضرور آیا جس کا تعلق ابن سبا کی تحریک سے نہیں تھا۔ مگر وہ کیا تھا! کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں اسلام کی کھلم کھلا مخالفت کر کے جو عائلی قانون اس نے نافذ کیا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ وہ کیا تھا لے دیکے آخری مارشل لاء ایسا آیا کہ اس کے سربراہ نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی صدا لگائی اور بڑے زور سے لگائی اور یوں لگائی کہ فضا اس کی گونج سے پُر ہو گئی۔ اس نے اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے، چلتے پھرتے گھر میں دفتر میں، ملک کے اندر ملک سے باہر پوری دنیا کے سامنے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا نعرہ بلند کیا۔ حتیٰ کہ اس کا وجود اور اسلام ایک حقیقت کے دو نام قرار پائے۔ مگر اس نے خود اقرار کر لیا ہے کہ جو کرنے کا کام تھا وہ مجھ سے نہیں ہو سکا اس طرز ادا میں اس کی مجبوری جھلکتی ہے یہ نہیں کہا کہ "میں نہیں کر سکا" بلکہ یہ کہا کہ "مجھ سے نہیں ہو سکا" دونوں باتوں میں فرق اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

جہاں تک جمہوریت کا تعلق ہے حالیہ انتخابات میں کچھ ایسے لوگوں کو قوم کی نمائندگی حاصل ہونے کا حادثہ پیش آگیا۔ جو واقعی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے وہی معنی لیتے ہیں جو اللہ نے اور اس کے رسول نے سکھائے ہیں اور جن کا نظریہ بھی یہ ہے کہ یہ ملک اسی مقصد کے لیے وجود میں آیا تھا چنانچہ انہوں نے ایوان اقتدار میں یہ مطالبہ کر دیا کہ اسلام نافذ ہونا چاہیئے لیکن جن سے مطالبہ کیا وہ اس کوشش میں ہمہ تن مصروف ہو گئے کہ اسلام ضرور نافذ ہو مگر اس طرح ہو کہ کفر کے ماتھے پر بل نہ آئے۔

حیرت کی بات یہ ہے کہ ان کی اس کوشش کی قدر نہ کرتے

اس زمانہ میں ایسے لوگ بہت ہیں مگر طریقت انھیں قبول نہیں کرتی۔ یہ کام گدڑی پہننے سے نہیں ہوتا، بلکہ عشق الٰہی کی سوزش سے ہوتا ہے۔ جب طریقت کسی سے آشنا ہوتی ہے، تو اُس کا امیرانہ لباس بھی فقیرانہ لباس کی طرح ہو جاتا ہے اور اگر کوئی طریقت سے بیگانہ ہو تو اُس کی گدڑی بھی قیامت کے روز بدبختی کا رقیبہ اور شقاوت کا سامان ہو گا۔

ایک بزرگ سے کسی نے پوچھا: آپ گدڑی کیوں نہیں پہنتے۔ اُنھوں نے فرمایا کہ یہ منافقت ہے کہ تو جواں مردوں کا لباس پہن لے مگر جواں مردی کی اہم ذمہ داریاں اُٹھانے کے لیے تیار نہ ہو۔ اس کی وضاحت میں حضرت داتا صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر یہ لباس اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے پہچان لیں کہ تو اُن کا خاص بندہ ہے تو وہ بغیر لباس کے بھی پہچان لیتے ہیں اور اگر یہ لباس اس لیے ہے کہ تو لوگوں پر ظاہر کرے کہ تو اللہ تعالےٰ کا خاص بندہ ہے تو یہ ریاکاری یا منافقت ہے۔ اہل طریقت اس سے بالاتر ہیں کہ لباس کے ذریعے شہرت حاصل کریں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ تمھارا باطن تحقیق حق کی طلب کرے اور ظاہر سے اعراض کرے۔ جو شخص اشیاء کے ظاہر پر اکتفا کرتا ہے وہ تحقیق کو نہیں پہنچ سکتا۔ مقصد یہ ہے کہ صفائے باطن حاصل ہو جائے۔ طبیعت کی سرکشی دور ہو جائے۔

(کشف المحجوب)

ہوئے یہ بات زبانوں پر آنے لگی کہ صاحب اقتدار لوگ اسلام نافذ کرنے میں مخلص نہیں اور یہاں تک پہیلی کر اچھے خاصے "اہل بصیرت" لوگوں نے بھی یہی راگ الاپنا شروع کر دیا۔ اگر وہ اکبر الہ آبادی کے ہمنوا ہو کر یہ کہتے کہ

کچھ شک نہیں کہ آپ کو مجبوریاں بھی ہیں
پر بالارادہ دین سے کچھ دوریاں بھی ہیں

تو اُن کی بات کسی حد تک درست بھی ہوتی گو حسن ظن سے کام لیتے ہوئے اور حقائق کو بلیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا زیادہ صحیح ہے کہ یہاں "بھی" کا لفظ بے محل ہے کیونکہ ہمارے نمائندوں کو "مجبوریاں بھی" نہیں بلکہ مجبوریاں ہی مجبوریاں ہیں ورنہ ان کا بس چلتا تو جس روز انہوں نے حلف اٹھایا اسی روز اسلام نافذ ہونا شروع ہو جاتا۔ اگر آپ کو یقین نہ آئے تو اُن کی چند مجبوریاں ہم بیان کر دیتے ہیں تاکہ قوم میں ان کے متعلق کوئی بدگمانی نہ رہنے پائے۔

۱۔ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ نفاذِ اسلام کے لیے دل کی گہرائیوں میں یہ یقین کامل درکار ہے کہ انسانیت کے لیے قانون صرف ایک ہے اور وہ اللہ کا قانون ہے اس کے علاوہ یا اس کے ساتھ کوئی اور قانون دراصل انسانیت کے لیے مستقل روگ ہے بلکہ انسانیت کے حق میں موت ہے کیونکہ خالق انسان نے اعلان کر دیا ہے کہ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ یَّکْفُرُوْا بِہٖ یعنی اہل ایمان کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کے قانون کے علاوہ ہر قانون کا انکار کر دیں۔ مگر جن لوگوں سے نفاذ اسلام کا مطالبہ کیا جا رہا ہے ان کے حصے میں اس یقین کی دولت کہیں سے آئی نہیں۔ وہ تو صرف اس حادثہ کا شکار ہوئے کہ مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہو گئے اور ظاہر ہے کہ اس میں ان کے اختیار کو مطلق دخل نہیں لہٰذا وہ بے قصور ہیں رہی اگلی بات تو اکبر نے یہ مسئلہ بھی حل کر دیا کہ

بچے ہیں لو آئے کیا اسلاف کے اطوار کی
دودھ ہے ڈبے کا اور تعلیم ہے سرکار کی

لہٰذا وہ یہ سمجھنے میں مجبور ہیں کہ مانا اسلام بھی قانون دیتا ہے مگر اس کے علاوہ بھی دنیا میں اچھے قانون رائج رہے اور انگریز نے جو قانون رائج کیا اس میں تمام دنیا کی خوبیاں سمو دی ہیں یعنی یہ حضرات یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ صحت بہت اچھی چیز ہے مگر T.B. کوئی بیماری نہیں یہ تو اعلیٰ درجے کی صحت کی نشانی ہے کیونکہ "سلمنگ" کے لیے کوئی محنت نہیں کرنی پڑتی۔ ان کی مجبوری کا خود اللہ تعالےٰ نے ذکر کیا ہے (النساء - ۶)

" جب ان سے کہا جائے کہ اس قانون کو اپنا لو جو اللہ نے نازل کیا اور رسول نے سکھایا تو تم دیکھو گے کہ منافق اس راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں "!

یہ تو رسول اللہ کی بات، واقعات بھی ان کی اس مجبوری کا نقشہ پیش کرتے ہیں مثلاً اسلام پر عنایت خاص کرتے ہوئے بلا سود بنکنگ شروع کر دی مگر رواداری کے پیشِ نظر کیا یوں کہ ایک کاونٹر برائے نام کے لیے مختص کر دیا باقی وہی سلسلہ چلتا رہا یعنی گوشت کی دکان میں، ۵ خنزیروں کے پاس ایک بکرا بھی لٹکا دیا تاکہ جو لوگ خنزیر کا گوشت کھانے کے عادی ہیں ان کی دل شکنی اور حق تلفی بھی نہ ہو اس وسیع نظری کی داد نہ دینا ناانصافی ہے۔

دوسری مجبوری یہ ہے کہ کچھ لوگ یہ نہیں چاہتے کہ اسلام نافذ ہو یہ کیسے معلوم ہوا؟ اس کے لیے حکومت نے جس مستعدی کا ثبوت دیا وہ قابلِ قدر ہے۔ یعنی ملک بھر میں سوالنامہ شائع کر دیا۔ کسی مسلمان نے اس کے خلاف رائے نہیں دی۔ ہاں ابن سبا کی امت یا غلام احمد قادیانی کے پیروؤں نے اس کی مخالفت کی اور اس میں تعجب کی بات کوئی نہیں مگر مخالفت کرنے والے خواہ دو تین فیصد ہی ہوں۔ ابھی حکومت تو کسی ایک کی دلشکنی بھی گوارا نہیں کر سکتی لہذا یہ مجبور ہیں کہ کچھ لوگوں کی مخالفت کے باوجود اسلام کیسے نافذ کر دیں۔

اس پر اعتراض کرتے ہوئے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ دیکھیے ملک کی کئی سیاسی جماعتیں اس حکومت اور اس اسمبلی کو تسلیم نہیں کرتیں اس کا وجود کیسے برداشت کیا جا رہا ہے اس کا جواب ظاہر ہے کہ مفادِ عامہ کے لیے حکومت اور اسمبلی کا وجود ضروری ہے اور اسلام کوئی ایسی چیز نہیں کہ اس کے بغیر گذارہ نہ ہو سکے۔ اس لیے نفاذِ اسلام کی مخالفت کرنے والا ملک بھر میں خواہ ایک فرد یا جماعت ہی ہو اسلام نافذ نہیں ہو سکتا۔

تیسری مجبوری یہ ہے کہ نفاذِ اسلام کی مخالفت کرنے والے کوئی بے وقوف اور کمزور لوگ نہیں ان میں تو وہ سورما موجود ہیں جنہوں نے کل اسلام آباد کا گھیراؤ کروایا تھا اور حکومت جھک جانے پر مجبور ہو گئی تھی لہذا اگر ہم اسلام نافذ

شیخ زبردست جذبے کا مالک ہو مقناطیسی قوت رکھتا ہو۔ اُس کے انوار میں اتنی طاقت ہو کہ سالک کی روح کو اپنے انوار کے ذریعے کھینچ کر لے جائے اور توجہ غیبی سے روحانی طور پر سالک کی تربیت کر سکے۔

دلائل السلوک حضرت مولانا اللہ یار خانؒ

کر دیں تو ان سے کون چھڑائے گا۔

چوتھی مجبوری یہ ہے کہ ملک کی بقاء کا انحصار قرض پر ہے جن اقوام سے قرض ملا اور ملتا ہے ان کی مزاج شناسی بھی حکومت کی مجبوری ہے وہ کسی طرح نفاذِ اسلام کا حادثہ برداشت کرنے کو تیار نہیں۔ اس لیے ہمارے مجبور سربراہ حکومت کو ان کے گھر جا کر ان کو یقین دلانا پڑا کہ ہم سے یہ بدگمانی نہ کیجئے۔ ہم آپ کے سامنے برملا اعلان کرتے ہیں کہ۔ ع۔

الحذر، آئینِ پیغمبر سے سو بار الحذر

پانچویں مجبوری وہ یہ ہے جس کا انکشاف ایک ایسی ہستی نے کیا جو ایک طویل عرصہ تک ایک صوبے کے سیاہ و سفید کا مالک رہا۔ ارشاد ہوتا ہے:-

" آئین مرتب کرنے والے اس نصب العین کے لیے مخلص نہیں تھے جس کے تحت یہ ملک معرضِ وجود میں آیا وہ اصل میں اسلامی قانون اور اسلامی نظام سے خائف تھے ان کو معلوم تھا کہ اگر واقعی اسلامی نظام نافذ ہوا تو وہ لوگوں کا استحصال نہیں کر سکیں گے۔ فضل حق۔

(نوائے وقت ۸۸-۴-۵)

" آئین مرتب کرنے والے اس ملک میں اسلامی نظام نہیں چاہتے تھے" سابق گورنر

یہ بہت بڑی مجبوری ہے مانا کہ آئین مرتب کرنے والے واہگہ پار سے آئے تھے مگر جب آئین مرتب ہو گیا اور قوم نے قبول کر لیا تو اب برسوں بعد یہ مجبور اسمبلی آئین کی

خلاف ورزی کیسے کرے اللہ اوراس کے رسول کی مخالفت کے متعلق پوچھ گچھ اوراس کی جزا وسزا تو قیامت کے دن ہوگی بقول کسے "ایہہ جہان مٹھا اگلا کس نے ڈٹھا" ؎

پیئے دو پینے دو مجھے   جینے دو جینے دو مجھے
جب حشر کا دن آئے گا   اس وقت دیکھا جائیگا

پاکستانی ہوکر پاکستان کے آئین کی خلاف ورزی کرنا غداری ہے لیکن مسلمان ہوکر اللہ ورسول کی مخالفت کرنا رواداری ہے

چھٹی مجبوری یہ ہے کہ ملک عملاً ابن سبائیوں کی سٹیٹ ہے ہر کلیدی اسامی پروہ فائز ہیں اسلام کی گاڑی وہ کیوں چلنے دیں اور اگر بغرض محال اسمبلی اسلام نافذ کر بھی دے تو وہ صرف کاغذ پر ہوگا اسکو عملاً نافذ کون کرے گا۔

ساتویں مجبوری یہ ہے ہر کام کے کرنے کے لیے سلیقہ چاہیئے اوراس کا طریقہ آتا ہو۔ یہ بیچارے مجبور ہیں کہ انکو اسلام نافذ کرنے کا طریقہ ہی نہیں آتا۔ اگر انہیں اس فن سے واقفیت ہوتی تو یہ کیوں نہ اپنی ذات پر اور گھر کی چھوٹی سی سٹیٹ میں اسلام نافذ کر لیتے۔ جب ان سے اتنا نہیں ہو سکا تو ان تمام مجبوریوں سے یہ توقع کرنا کہ پورے ملک پر اسلام نافذ کریں گے کہاں کی عقلمندی ہے

لہذا بلا مبالغہ اور بلا خوف تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ اسلام کو نافذ کرنے میں یہ مجبور ہیں اور نفاذ اسلام کی راہ روکنے میں نہایت مخلص ہیں ان کے اخلاص میں شک کرنا سخت ترین ناانصافی ہے۔

شاهده قمر اینڈ کمپنی

RAVI PLASTIC

SHAHIDA QAMAR & CO.

115-Ferozepur Road, Near Glaxy Centre Lahore-16

Telephone: 270686 271765
Factory : 712247

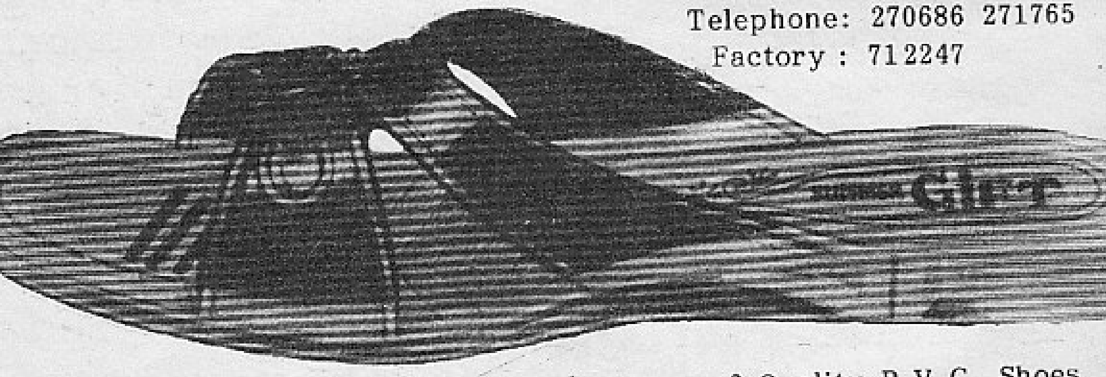

Manufacturer of Quality P.V.C. Shoes

Factory: Baradri Road, Furkhabad, Shahdrah, Lahore.

اعلےٰ قسم کے پی وی سی جوتے بنانے والے

تاتاریوں کی یلغار اور گمنام صوفیاء

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے مضمون کی تلخیص

ہے عیاں یورشِ تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

ساتویں صدی ہجری کا آغاز مسلمانوں کے لئے ان ہولناک مایوس کن، ہمت شکن اور حوصلہ فرسا حالات اور واقعات سے ہوا۔ جو تاریخ میں ۶۱۶ھ میں تاتاریوں کا عالم اسلام پر حملہ کے واقعہ سے متعلق ہے جس نے اس وقت کی دنیا کی سب سے بڑی سلطنت کو زیر وزیر کر دیا۔ گو تاتاریوں کے سیلاب بلا سے براہ راست سب سے پہلے متاثر ہونے والے ممالک اور شہر سب عالم اسلام سے متعلق ہیں۔ لیکن مورخ ابن کثیر کے الفاظ ہیں "اگر کوئی شخص دعوےٰ کرے کہ از آدم تا ایں دم ایسا واقعہ دنیا میں پیش نہیں آیا تو وہ کچھ غلط نہیں ہوگا اس لئے کہ تاریخوں میں اس واقعہ کے پاسنگ بھی کوئی واقعہ نہیں ملتا"۔ اور ایک یوریین مورخ نے لکھا ہے "کہ آسمان نے زمین پر گر کر سب چیزوں کو ملیامیٹ کر دیا"۔ دنیا والے سمجھ رہے تھے کہ اسلام کے دن پورے ہو چکے ہیں۔ اور مسلمانوں کا ستارۂ اقبال اب ہمیشہ کے لئے غروب ہو رہا ہے۔ لیکن دنیا کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گیئں بلکہ ان کی آنکھیں پھٹ گیئں کہ وہ تاتاری جن کی تلواروں سے ابھی مسلمانوں کے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے وہ اسلام کے حلقہ بگوش بن گئے اور دنیا نے یہ دیکھا کہ اسلام نے فاتح تاتاریوں کو فتح کر لیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ معجزہ رونما ہوا کس طرح؟

بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے سب کچھ کھو دیا تھا۔ خدا پر اعتقاد نہیں کھویا تھا۔ روحانی طاقت نہیں کھوئی تھی۔ شکست کس نے کھائی تھی (مجھے بہت دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے) نالائق مسلمان بادشاہوں نے ایک کمزور و مریض معاشرہ نے۔ اسلام اپنی جگہ پر تھا اسلام کے شیشہ پر کوئی بال بھی نہیں پڑا تھا۔ مسلمانوں نے اس وقت سمجھ لیا تھا کہ تاتاریوں کو تلوار سے زیر کرنا ممکن نہیں ہے۔ اسلام کی تلوار کند ہو چکی ہے تقریباً ٹوٹ چکی ہے۔ لہٰذا تلوار سے ان کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ پھر کس نے تاتاریوں کو فتح کیا؟ کس نے تاتاریوں کو اسلام کا کلمہ پڑھایا؟ اس نازک گھڑی اور گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اہل دل سامنے آئے جن کے اندر روحانی طاقت تھی اور نصف صدی کے اندر اندر انہوں نے تاتاریوں کو من حیث القوم مسلمان بنا لیا۔ افراد کا قبولِ اسلام، خاندانوں کا قبولِ اسلام، شہروں کا قبولِ اسلام۔ قبولِ اسلام کے واقعات پوری تاریخ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ لیکن قوموں کے من حیث القوم قبولِ اسلام کی مثالیں ہمارے علم میں تین یا چار سے زیادہ نہیں۔ عربوں نے من حیث القوم اسلام قبول کیا۔ افغانوں نے من حیث القوم اسلام قبول کیا۔ تاتاریوں اور ترکوں نے انفرادی طور پر نہیں بلکہ من حیث القوم سو فیصدی اسلام قبول کیا۔ تاریخ کا یہ معمہ ہے۔ یہ کتنی حیرت انگیز بات ہے کہ یہ تاریخ ساز اور ساری دنیا کے مستقبل پر اثر ڈالنے والا واقعہ (تاتاریوں کے قبولِ اسلام کا واقعہ) پیش آئے اور ہمیں ان لوگوں کے نام بھی نہ ملیں جن کے سر تاتاریوں کے قبولِ اسلام کا سہرا ہے۔ یہ کیا بات ہے؟

اخلاص فی العمل کی مثال

اس موقع پر مجھے بے اختیار وہ واقعہ یاد آیا کہ جب مدائن کی فتح میں ایک مسلمان سپاہی کے ہاتھ کسریٰ کا تاج لگا، اور وہ اس کو اپنے دامن میں چھپا کر امیر افواج اسلامی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

کے پاس لایا، جیسے کوئی چوری کا مال چھپا کر لاتا ہے "! ایسا الاجبر! یہ کوئی بہت قیمتی چیز معلوم ہوتی ہے۔ یہ میں آپ کے حوالے کر رہا ہوں۔ تاکہ بیت المال میں داخل ہو جائے "! پہلے تو مسلمان امیر نے جو عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں، سپاہی کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور حیرت کے دریا میں ڈوب گئے۔ کہ اللہ اکبر! اتنا قیمتی جواہرات سے مرصع تاج زریں اور اس غریب سپاہی اور عرب کے بدّو کی نیت خراب نہیں ہوئی۔ اس کو کسی وقت یہ خیال نہیں آیا کہ بجائے یہاں لانے کے اس کو اپنے خیمہ میں لے جا کر رکھ دے۔ کہا کہ آپ کا نام؟ اس نے دروازہ کی طرف منہ کر کے اور پیٹھ پھیر کر کہا کہ "جس کے لیے میں نے یہ کام کیا ہے وہ میرا نام خوب جانتا ہے "! اور یہ کہہ کر روانہ ہو گیا۔

یہ ایک فرد کا واقعہ ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تاتاریوں کو کلمہ پڑھانے والوں کا یہی طرزِ عمل تھا۔ انہوں نے اپنے نام کو چھپایا۔ مجھے بڑی تحقیق اور جستجو کے بعد دو آدمیوں کے نام ملے ہیں۔ ایک درویش صفت وزیر امیر توزون کا نام جو عراق پر حکومت کرنے والی تاتاری نسل کے بادشاہ کے وزیر اعظم تھے۔ وہ صوفی منش اور عابد و زاہد وزیر تھے، تاتاری بادشاہ کے کان میں وہ اچھی بات ڈالتے رہے، حتیٰ کہ بغداد والوں نے اچانک ایک دن یہ دیکھا کہ جمعہ کا مبارک دن ہے اور تاتاری حکمران سلطان غازان اور اس کے وزراء ہاتھ میں تسبیحیں لیے ہوئے مسجد کو جا رہے ہیں۔

دوسرا کا نام شیخ جمال الدین کا ہے۔ جن کے خلوص بے پایاں سچی روحانیت اور دلی دردمندی کی برکت سے تاتاریوں کی چغتائی شاخ میں جو بلاد متوسطہ میں (جس کا مرکز کاشغر تھا) اسلام پھیلا اور پوری شاخ مسلمان ہو گئی۔ واقعہ یہ ہے کہ شیخ جمال الدین کہیں جا رہے تھے۔ یہ تغلق تیمور شہزادہ کے شکار کا دن تھا۔ جو چغتائی شاخ کا ولی عہد تھا۔ اس کی تاج پوشی میں کچھ مہینے یا کچھ سال باقی تھے شکار کے مہمت سے توہمات ہوتے ہیں اور یہ لوگ تو سخت وہم پرست تھے۔ شیخ جمال الدین کو دیکھا کہ وہ شکار گاہ میں داخل ہو گئے۔ فوراً سپاہی نے پکڑا اور مشکیں باندھ کر شہزادہ کے سامنے لایا۔ شہزادہ بڑا ہی مکدر ہوا۔ اس نے کہا آج تو میرا سارا شکار غارت گیا۔ کس منحوس کی صورت میں نے دیکھ لی۔ یہ ایرانی کمبخت یہاں آ گیا، اس کا کتا پاس تھا۔ غصہ میں کہا کہ تم اچھے ہو کہ میرا

افعال کا خالق اللہ ہے، بندہ سبب بن جاتا ہے۔ سبب کے باوجود نتیجہ کا اختیار نہیں۔ نتیجہ اللہ کے ہاتھ ہے۔ اولیاء کو طاقت دی ہے کہ تیر بھی راستے سے واپس لائیں، جب چاہیں غفلت کے پردے ڈال دیں جب چاہیں روشنی عطا کریں

مولانا رومی

یہ کتنا اچھا ہے؟ خیال کیجئے اور اس منظر کو سامنے لائیے اور دیکھئے کہ خدا کے بندوں نے کس طرح کام کیا ہے ان کے چہرہ پر کوئی رنگ نہیں آیا۔ کوئی شکن پیشانی پر نمودار نہیں ہوئی نہایت اطمینان سے کہا کہ اس کا فیصلہ ابھی نہیں ہو سکتا۔ شہزادہ نے کہا کیا مطلب؟ یہ کون سی مشکل بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کا انحصار کسی اور چیز پر ہے۔ اگر میرا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے تو میں اچھا ہوں۔ ورنہ یہ کتا اچھا ہے۔

تغلق تیمور کے پتھر دل پر ضرب لگی۔ محض کچھ کہہ دینے سے ایسی ضرب نہیں لگتی لیکن۔ ؎

ہر چہ از دل می خیزد، بر دل می ریزد

جو چیز دل سے اٹھتی ہے۔ دل پر گرتی ہے۔ انہوں نے جس وقت یہ جملہ کہا ہو گا۔ اس کے پیچھے کتنی دعائیں، کتنے آنسو، کتنی آہیں رہی ہوں گی۔ خدایا! کہنے کو تو میں یہ جملہ کہتا ہوں۔ اثر تو یہ پیدا کر۔ یہ وقت ہے اسلام کی قسمت کے فیصلہ کا۔ اگر اس شخص کے دل پر چوٹ لگتی ہے تو مسلمانوں کی قسمت بدل جاتی ہے، انہوں نے کہا کہ اس کا فیصلہ تو ابھی نہیں ہو سکتا۔ اس کا فیصلہ اس وقت ہو گا جب میں کلمہ پڑھتا ہوا۔ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ اس وقت یقیناً میں اشرف المخلوقات ہوں۔ میں افضل ہوں۔ ورنہ یہ کتا ہزار درجے مجھ سے بہتر رہے گا۔

تغلق تیمور نے کہا کہ اچھا اس وقت تو میں کچھ نہیں کہتا ولی عہد سلطنت ہوں۔ جب یہ سنیں کہ میری تاج پوشی ہو گئی تو مجھ سے ملئے گا۔ اب وہ اللہ کے بندے دن گننے لگے کہ وہ ساعت سعید کب آتی ہے کہ تغلق تیمور کی تاج پوشی ہو، اور میں خدا کا پیغام اس تک

پہنچاؤں۔ ان کی قسمت میں نہیں تھا۔ وقت آخیر آگیا۔ مرض موت میں انہوں نے اپنے بیٹے شیخ رشید کو بلایا اور کہا کہ بیٹا ایک سعادت تھی جو میری قسمت میں معلوم ہوتا ہے نہیں ہے۔ شاید تمہاری قسمت میں ہو۔ جس وقت تم سنو کہ تغلق تیمور کی تاج پوشی ہوگئی۔ اس تک میرا اسلام پہنچا دینا اور کہنا کہ آپ نے میرے والد سے کچھ کہا تھا؟ چنانچہ وہ گئے۔ کون ان بے چاروں کو محل میں گھسنے دیتا تھا۔ وہ تاتاری شہنشاہ کا محل تھا درباریوں نے ان کو روک دیا۔ اس وقت تو انہوں نے انتظار کیا کہ کوئی موقع ملے نہیں موقع ملا۔ ایک درخت کے نیچے مصلے ڈال کر وہاں بیٹھ گئے۔

جب نماز کا وقت ہوتا اذان دیتے اور نماز پڑھ لیتے۔ خدا کو منظور تھا۔ ایک دن صبح کے وقت جو میٹھی نیند کا وقت ہوتا ہے۔ انہوں نے اذان دی۔ وہ آواز محل اور خواب گاہ سلطانی میں پہنچی یا پہنچائی گئی۔ بادشاہ نے کہا یہ کون باؤلا شخص ہے کیا صدائے بے ہنگام لگاتا ہے یہ؟ میں نے تو آج تک یہ آواز نہیں سنی۔ محل کے قریب حفاظتی اقدامات کے بڑے انتظامات ہوتے ہیں۔ وارد غہ نے کہا حضور! ایک دیوانہ سا آدمی آیا ہوا ہے۔ ہم نے بھی کوئی زیادہ تعرض نہیں کیا کہ کوئی مسکین آدمی ہوگا۔ صدا لگاتا ہے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے پکڑ کر لاؤ۔ بلایا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا تم کون ہو؟ یہ کیا صدا لگاتے ہو اور اس کا مطلب کیا ہے؟

شیخ رشید الدین نے کہا سرکار! آپ کو کچھ یاد ہے کہ ایک مرتبہ آپ شکار کے لئے نکلے تھے تو ایک مسلمان فقیر آپ کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ آپ نے ان سے پوچھا تھا کہ تم اچھے ہو یا میرا کتا اچھا؟ انہوں نے جواب دیا تھا کہ اس کا فیصلہ ابھی نہیں ہو سکتا۔ میں آپ کو یہ بتانے آیا ہوں کہ اس کا فیصلہ ہوگیا۔ الحمد للہ وہ ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوئے۔ بادشاہ نے سنا اور وزیر کو بلایا۔ کہا کہ ایک راز ہے جو میرے سینے میں تھا یہ واقعہ میرے ساتھ گذرا۔ اس کا اثر آج تک میرے دل پر باقی ہے۔ میں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ میں مسلمان ہو جاؤں گا تمہاری کیا رائے ہے۔ وزیر نے کہا۔ حضور والا! میں تو بہت دنوں سے مسلمان ہوں۔ میں تو اپنے اسلام کو چھپا رہا تھا۔ میں ایک مرتبہ ایران گیا تھا۔ وہاں میں نے اسلام قبول کیا تھا۔ اور وزراء بلائے گئے۔ اور جب بادشاہ کا منشا معلوم ہوا تو سب مسلمان ہوگئے۔

اسی وقت تغلق تیمور مسلمان ہوا اور پورے ایران کے تاتاری چند دن میں مسلمان ہو گئے ادھر امیر توزون کی کوشش سے عراق میں جو خاندان حکومت کر رہا تھا۔ اسلام قبول کر چکا تھا۔ جس طرح تسبیح کے دانے گرتے ہیں۔ تاتاری لاکھوں کی تعداد میں اسلام قبول کر رہے تھے۔ اور یہ تھا اہل دل کا کارنامہ۔ اس حقیقت میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ پوری تاریخ شہادت دیتی ہے کہ ان اہل دل نے اندر اندر کام کیا۔ اور تاتاری ان کے نامۂ اعمال میں ہیں یہ لاکھوں انسان (جنہوں نے تاریخ پر اثر ڈالا ہے) قیامت کے دن جب اٹھیں گے تو انہیں کے حساب میں شمار ہوں گے ان اہلِ دل کا ذکر کرتے ہوئے اکبر الٰہ آبادی مرحوم کا ایک شعر بے اختیار زبان پر آگیا ہے ؎

اچھے وہی ہیں آج جو سوتے ہیں زیرِ گل
افسوس ہے، انہیں کے ہزاروں گلے ہوئے

اسی طرح باقی قومیں بھی جو من حیث القوم مسلمان ہوئیں ان ہی اللہ والوں کی مرہونِ منت ہیں۔ انہوں نے نہ کوئی پروگنڈا کیا۔ نہ کوئی انجمن بنائی۔ نہ کوئی اشتہار دیا کہ تاتاریوں کو مسلمان کرنا ہے اور اگر مسلمان ہو گئے تو یہ فائدہ ہوگا۔ اس سے کھوئی ہوئی سلطنت واپس مل جائے گی اقتدار قائم ہوگا) کچھ نہیں۔ خود مسلمانوں کو کانوں کان خبر نہیں ہوئی کہ کیا ہو رہا ہے وہ خاموشی کے ساتھ اپنے کام میں لگے رہے۔ حتیٰ کہ ان کے نام تک کوئی نہیں جانتا، اور اچانک یہ معلوم ہوا کہ پوری کی پوری قوم اسلام کی جھولی میں ڈال دی گئی۔

یہ کام کسی فوج نے نہیں کیا (لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے) کسی جماعت اسلامی نے نہیں کیا۔ کسی تبلیغی جماعت نے نہیں کیا۔ کسی ضابطے کی کارروائی والی تنظیم نے نہیں کیا نہیں بالکل نہیں۔ اگر کیا ہے تو ان گمنام بے سرو سامان فقیروں اور اہلِ دل درویشوں نے کیا ہے۔ جن کے دل انوارِ الٰہی سے منور تھے اور جن کے سینے امین تھے اس دولت کو جو آقائے نامدار حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تقسیم فرمائی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جتنی خدمت دین کی صوفیاء اور اولیاء کرام نے انفرادی طور پر کی ہے۔ اتنی تمام ملتِ اسلامیہ نے مل کر اجتماعی طور پر نہیں کی۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں بکف ساتھی

حافظ غلام قادری

اللہ نے دینِ اسلام کی حفاظت کا خود ذمہ لیا، قرآن مجید اس کے الفاظ و معانی اس کی شرح یعنی حدیث اور خود صاحب قرآن سب کی حفاظت کے لئے صحابہ کرامؓ ہی اولین سبب بنائے، اس مقدس جماعت نے ہر مشکل گھڑی میں حضورؐ کی حفاظت کی اس کی خاطر اپنے اہل و عیال اور جان و مال کو بھی داؤ پر لگایا۔

یہودیوں کا طرزِ عمل اپنے نبیوں کے ساتھ دھوکہ بازی کا ہی رہا ہے۔ اللہ کے نبیوں کی عزت و تکریم اور حفاظت کی بجائے انہیں تنگ کرتے حتیٰ کہ قتل کر دیتے حضرت عیسیٰ کے حواری مشکلات کے وقت آپ کو چھوڑ کر چلے گئے تھے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار ساتھیوں کا طرزِ عمل ملاحظہ ہو۔

قریش مکہ کی ایذا رسانی سے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضورؐ کو چھوڑوایا تو ان ظالموں نے آپ کو چھوڑ کر ابوبکرؓ کو مارنا شروع کر دیا، اس قدر پیٹا کہ آپ تین دن تک بے ہوش رہے ہجرت کے موقع پر آپؐ کے بستر پر سونا یا آپ کی معیت میں سفر کرنا جان جوکھوں میں ڈالنا تھا۔ قریش نے حضورؐ کے پکڑ لانے والوں کے لئے سو اونٹ کا جو انعام رکھا تھا اتنا ہی انعام حضرت ابوبکرؓ کی گرفتاری کا بھی تھا۔

غزوہ اُحد میں کفار کے اچانک حملے سے جو تھوڑی دیر کے لئے ابتری پھیلی تو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اکیلے کچھ دیر تک حضورؐ کی حفاظت کرتے رہے، پھر کچھ اور صحابہؓ آ پہنچے تو حضورؐ کو کفار کے نرغے سے نکال لائے، حضرت سعدؓ دشمن پر تیر برسا رہے تھے، سرکارِ دو عالم خود اپنے ترکش سے تیر نکال کر انہیں عنایت کرتے اور ساتھ ساتھ ارشاد فرما رہے تھے "میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں" "اے سعد تیر چلاتے جاؤ"

کس قدر خوش نصیب تھے یہ لوگ ؂

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

میدانِ اُحد میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا "کون مجھ پر جان دیتا ہے"؟

زیاد بن سکنؓ بولے "میں حاضر ہوں"

پانچ اور انصاری مجاہد بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اور سب نے لڑتے لڑتے جان دے دی۔ کفار حضورؐ تک پہنچنا چاہتے تھے، حضرت طلحہؓ انصاری حضورؐ کے سامنے ڈھال بنے رہے تین کمانیں ان کے ہاتھ سے ٹوٹیں۔ تیروں کی بارش ہو رہی تھی۔ حضرت طلحہؓ تیروں کو اپنے ہاتھ پر روکتے تھے، ایک ہاتھ تو زندگی بھر کے لئے بیکار ہو گیا لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے، عبداللہ ابن قمیہ بدبخت نے آپؐ پر وار کیا جس سے زرہ کی کڑیاں رخسار میں دھنس گئیں اور نکالنا مشکل ہو گیا حضرت ابو عبیدہ ابنِ جراحؓ نے دانتوں سے کھینچ بمشکل نکالا جس سے خود ان کے دو دانت شہید ہو گئے۔ حضرت ابو دجانہؓ اپنے آقا کی حفاظت کے لئے اس طرح اوپر جھکے ہوئے تھے کہ جو تیر بھی آتا اس کو اپنے بدن پر ہی روک لیں۔ ہر طرف سے آنے والے تیروں کو روکتے روکتے ساری پیٹھ چھلنی ہو گئی۔

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیل سے فزوں تر ہے وہ نظارہ
(اقبالؒ)

مرد صحابہؓ کا تو کیا کہنا صحابی عورتیں بھی اس سعادت میں برابر کی شریک تھیں، حضرت ام عمارہؓ جنگ احد میں پانی پلاتی پھرتی تھیں، اپنے آقا پر دشمنوں کا ہجوم دیکھا تو مشک پھینکی اور تیر کمان لے کر حضورؐ کے پاس آ کر دشمنوں پر تیروں کی بوچھاڑ شروع کر دی۔ بعد میں کہیں سے ایک تلوار ہاتھ لگ گئی ابن قمیہ نے جب حضورؐ پر حملہ کیا تو اس مجاہدہ نے اس کو للکارا اور ایسی تیزی سے اس پر وار کیا کہ وہ جان بچا کر بھاگا۔

خود ام عمارہؓ کو گردن اور سر پر تیرہ زخم آئے اور اسی خوش نصیب کو بارگاہِ رسالت سے یہ تمغہ نصیب ہوا کہ آقا نے فرمایا "قیامت میں بھی ام عمارہؓ اسی طرح میرے ساتھ ہوں گی جیسے میدانِ احد میں تھیں"

غزوہ حنین کی مشکل گھڑی میں حضرت ام سلیمؓ اونٹ پر سوار ہاتھ میں خنجر لئے حضورؐ کی حفاظت کر رہی تھیں حضورؐ نے ان کو لکار کر فرمایا "ام سلیمؓ تم جوانمردوں سے بھی بازی لے گئی ہو" غزوہ حنین میں پہاڑوں میں چھپے ہوئے ہوازن کے تیر اندازوں نے جب اچانک مسلمانوں کے لشکر پر تیروں کی بارش کی تو لشکر کا اگلا حصہ جو کہ نو مسلم لوگوں اور بنی سلیم قبیلے پر مشتمل تھا اچانک پیچھے مڑا جس سے سارے لشکر میں افراتفری پھیل گئی۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، عباسؓ، ان کے صاحب زادے فضیلؓ، حارث بن عبد المطلب، ابوسفیان حضرت ربیعہؓ ام ایمن کے بیٹے ایمنؓ حضرت طلحہؓ انصاری بمعہ اپنی بیوی ام سلیمؓ کے اور حضرت اسامہؓ حضورؐ کی حفاظت کے لئے ارد گرد کھڑے تھے

مسلمانوں کا پڑاؤ جب حدیبیہ کے مقام پر تھا کفار کے ۷۰/۸۰ آدمی حضورؐ کے قتل کے ناپاک ارادے سے آئے، صحابہؓ نے سب کو گرفتار کر لیا لیکن رحمۃ اللعالمین نے معاف فرمایا۔

مکہ میں ایک روز کفار کے ہجوم نے کاشانۂ نبوی کو گھیر لیا حضرت زبیر بن عوامؓ کو جب پتہ چلا تو ہاتھ میں ننگی تلوار لیے ہجوم کو چیرتے ہوئے اپنے محسن آقا کی حفاظت کو پہنچے۔

مدینہ میں پہنچے تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا، مشرکین مکہ نے وہاں

دُنیا کی بے ثباتی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: یہ وطن ہمارا نہیں ہم چند روز کے لیے بطور مسافر آئے ہیں آخرت کے لیے زادِ سفر تیار کرنے کا اب وقت ہے۔ دنیا کا حصول ہی اصل مقصد نہیں ہے۔ موت کے وقت یہ دنیا کی زندگی خواب کی طرح محسوس ہوگی روئے زمین پر بسنے والے سب سے طویل العمر حضرت نوح علیہ السلام تھے۔ یہ معجزہ ان کا اپنی ذات کے بارے میں تھا۔ دانت گرے تو نہ نظر کمزور ہوئی۔ بال سفید ہوئے تو نہ ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضاء میں کمزوری آئی۔ کانوں کی شنوائی بالکل درست تھی۔ ۱۶۰۰ سال دنیا میں گزارنے کے بعد جب ان کی روح قبض ہوئی تو فرشتے نے ان سے پوچھا۔ "اے لمبی عمر پانے والے نبیؑ" آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟" جواب میں فرمایا۔ "دنیا کے دو دروازے ہی دیکھے۔ ایک سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل گیا۔"

حضرت مولانا اللہ یار خان

بھی مسلمانوں کو آرام کی نیند نہ سونے دیا، حضورؐ خود رات بھر جاگا کرتے تھے ایک دن زبان مبارک سے نکلا کاش آج رات یہاں کوئی پہرہ دیتا، تھوڑی دیر بعد بنو زہرہ کے رئیس حضرت سعد بن ابی وقاصؓ ہتھیار سجائے ہوئے حاضر ہوئے اور رات بھر اپنے آقا مبارک کے حجرے پر پہرہ دیتے رہے۔

غزوۂ بدر پر جاتے وقت حضور نے صحابہؓ سے مشورہ کیا تو جواب میں حضرت سعدؓ بن عبادہ کہنے لگے "ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ آپ کو تنہا چھوڑ دیں گے بلکہ آپ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں حکم ہو تو برک الغماد (یمن یا حبشہ کا دور دراز کا علاقہ) تک گھوڑے دوڑاتے جائیں۔

حضرت مقدادؓ نے عرض کیا "ہم آپؐ کے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف لڑیں گے"

یہ وہ خوش نصیب تھے کہ انہوں نے جو کہا کر دکھایا۔

عروہ بن مسعود ثقفی نے صلح حدیبیہ کے وقت صحابہؓ کی حیرت انگیز عقیدت کو دیکھا تو قریش کو جا کر بتایا "میں نے کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں وہاں اتنی عزت و تعظیم نہیں ہے جتنی عشق و محبت کی کیفیت محمدؐ کی اپنے ساتھیوں میں ہے وہ سارے دل و جان سے ان پر فدا ہیں اور اپنے خون کا آخری قطرہ بہانے کو بھی تیار ہیں۔

"ایالوجی فار محمدؐ" مس گاڈفری ہیگنس لکھتا ہے۔

عیسائی اس کو یاد رکھیں تو اچھا ہے کہ محمدؐ نے وہ نشہ اپنے پیروؤں میں پیدا کر دیا تھا جس کو عیسیٰؑ کے ابتدائی پیراؤوں میں تلاش کرنا بے سود ہے جب عیسیٰؑ کو سولی پر لے گئے تو ان کے پیرو بھاگ گئے ان کا نشہ دینی جاتا رہا اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجے میں گرفتار چھوڑ کر چل دیئے برعکس اس کے محمدؐ کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد آئے اور آپ کے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرے میں ڈال کر دشمنوں پر آپؐ کو غالب کر دیا۔

صحابہ کرامؓ کی راہِ حق میں مالی قربانیاں

کشتِ اسلام کو اپنے خون سے سینچنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ فرزندانِ توحید نے اللہ کے دین کے لئے اپنا سب کچھ وقف کر رکھا تھا، یہ آیت کریم ان کے حال پر صادق آتی ہے کہ

(توبہ)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے مال جنت کے بدلے خرید لئے ہیں" اس خریداری اور سودے میں جس طرح جماعت صحابہؓ پوری اتری، تاریخ اسلام میں اس کی نظیر نہیں ملتی یہی وہ جماعت ہے جس کے تذکروں کو دہرانے اور بار بار دہرانے کی ضرورت ہے جہاں کچھ واقعات مشتے از خروارے کے طور پر پیش کئے جاتے ہیں۔

غلامی کا جوا خواہ کسی قوم کی گردن پر ہو یا کسی فرد کے گلے میں یہ کسی انسان کو دین مبین پر مکمل طور پر عمل پیرا نہیں ہونے دیتا، یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکرؓ عثمانؓ غنی اور عبدالرحمانؓ بن عوف وغیرہ نے کتنے مسلمان غلاموں کو خرید کر آزادی سے دین پر عمل کرنے کا موقع فراہم کیا حضرت بلالؓ، سلمان فارسیؓ اور صہیبؓ رومیؓ جیسی بزرگ ہستیاں انہی لوگوں میں سے تھیں حضرت عثمانؓ ہر جمعہ کے روز ایک غلام آزاد کرتے حضرت عبدالرحمان بن عوف نے بارہا ایک دن میں تیس تیس غلام آزاد کئے حضرت ابوبکرؓ نے چھ غلام مرد اور ایک عورت بھاری قیمت دیکر آزاد کرائے۔

مسجد نبوی کے لئے زمین حضرت ابوبکرؓ نے ... ۴۵ درہم میں خریدی جس کی بعد میں توسیع حضرت عثمانؓ نے کی حضرت

حضرت ابوبکرؓ مکہ کے رئیس تاجر تھے، جب مشرف بہ اسلام ہوئے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم تھے یہ ساری دولت آپ نے راہ حق میں صرف کر دی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا "جان و مال کے لحاظ سے مجھ پر ابوبکرؓ سے زیادہ کسی کا احسان نہیں"۔

مسلمانوں کے لئے مدینہ میں جملہ دیگر مسائل کے "پینے کا پانی" بھی ایک زبردست مسئلہ تھا۔ یہودیوں نے اپنے کنوؤں سے پینے کا پانی بیچنا شروع کر دیا تھا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی اس پریشانی کو دیکھ کر فرمایا کہ جو کوئی مسلمانوں کو پانی کی اس مصیبت سے نجات دلائے میں اس کو جنت کی خوشخبری دیتا ہوں"۔

حضرت عثمانؓ نے یہودی سے بیر رومہ بیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا اور اس بشارت کے مستحق بنے۔

غزوۂ تبوک جسے ذی العسرہ یعنی تنگی کی لڑائی بھی کہتے ہیں۔ کے وقت مسلمانوں پر بڑا کٹھن اور صبر آزما موقع تھا۔ قحط سالی، پانی کی کمی، گرمی کی شدت صحراؤں کا صبر جبکہ ریت کا ہر ذرہ سورج کی حدت سے چنگاری بن چکا تھا اور پھر مقابلہ بھی روم جیسی عظیم طاقت کے ساتھ بڑا ہی مشکل اور آزمائش کا وقت حضورؐ نے جنگی تیاریاں کرتے ہوئے حکم فرمایا کہ جو مال و اسباب کسی سے میسر ہو سکے لے آئے حضرت ابوبکر گھر کا تمام اثاثہ لے آئے اور اپنے آقا و مولیٰ کی خدمت میں ڈھیر کر کے ایثار کی ایسی مثال پیش کی جسے رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا اسی طرح حضرت عمرؓ نے گھر کا جملہ اثاثہ آدھا گھر والوں کے لئے رکھا اور آدھا بارگاہِ رسالت میں پیش کر دیا غرضیکہ جس کو جو کچھ میسر آیا لئے چلا آرہا تھا، حضرت عثمانؓ نے تین سو اونٹ بمعہ ان کے کجاووں

کے ایک ہزار دینار نقد اور بہت سا اسلحہ پیش کیا ، ایک دوسری روایت کے مطابق نو سو اونٹ ، ایک سو گھوڑے ایک ہزار درہم نقد پیش کیے جس پر حضورؐ نے یہ عظیم خوشخبری سنائی آج کے بعد عثمانؓ کو ان کا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچائے گا

(ترمذی و بخاری)

یہ چند واقعات تو مالدار اور خوشحال صحابہؓ کے ہیں لیکن ایثار کیشی میں غربا بھی کم نہ تھے ، ابو عقیل انصاری اسی موقع پر کچھ بغل میں دابے جھجکتے ہوئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے سرکار دو عالم صلعم کے استفسار پر عرض کیا : یا رسول اللہ! مجھ غریب سے یہی کچھ ہو سکا ، رات بھر مزدوری کی ، ڈول کھینچ کر کھیت سیراب کرتا رہا جس کا معاوضہ چار سیر کھجوریں ملیں ہیں دو سیر بیوی بچوں کو دے آیا ہوں اور دو سیر یہ حاضر ہیں ۔ آقائے نامدارؐ نے اس بے سرو سامان ساتھی کی دلجوئی فرمائی کہ ان کھجوروں کو جمع شدہ تمام ڈھیر پر بکھیر دینے کا حکم فرمایا ، یہ تھے وہ لوگ کہ ان کے پاس دنیاوی مال اور دولت تھی ، لیکن ان کے پہلو میں ایک زندہ ، بیدار اور فیاض دل تو تھا غالباً ایسے دل کی تمنا میں شاعرِ مشرق یوں نغمہ سرا ہوا تھا ؎

دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

نازونعم میں پلنے والے اور قاقم وحریر کے کپڑے پہننے والے اس حالت میں ملتے ہیں کہ جب مشرف بہ اسلام ہوئے تو ٹاٹ اوڑھتے اور پیوند لگے کپڑے پہنتے تھے ، اور جب شہادت پائی تو کفن کے لئے پورا کپڑا بھی نہ ملا ، پاؤں پر گھاس ڈال کر دفن کئے گئے ، حضرت مصعبؓ بن عمیر کی تاریخ ہمارے سامنے ہے آپ نہایت خوشحال خاندان کے چشم وچراغ تھے ، ان کی زندگی نہایت عیش وآرام کی زندگی تھی سواری کے لئے بہترین گھوڑے صبح کی سواری علیحدہ اور شام کے لئے علیحدہ دن میں کئی کئی پوشاکیں بدلتے تھے ، لیکن جب حق واضح ہوا تو اسے قبول کرنے میں دیر نہ لگائی ، یہ نہ سوچا کہ اس کا انجام کیا ہوگا ؟ ان کی اسلام سے پہلے کی زندگی اور اسلام لانے کے بعد کی زندگی کو یاد کر کے حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آجایا کرتے تھے ۔

حضرت ضرار بن آزر کے پاس ایک ہزار اونٹوں کا گلہ تھا ، قبول حق کے جرم میں ان سب سے دستبردار ہونا پڑا ، اس پر فخر

دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہاری تجارت گھاٹے میں نہیں رہی"۔

اصحاب صفہ میں حضرت عبداللہؓ ذوالبجادین (دو کپڑوں والے) مشہور ہیں ۔ ان کا پہلا نام عبدالعزیٰ تھا یتیم ہو گئے تو چچا نے پرورش کی ، ایک غلام ، کچھ بکریاں اور اونٹ دے کر انہیں اپنے پاؤں پر کھڑا کیا عبدالعزیٰ نے ان سے کافی مال واسباب بنا لیا ۔

فتح مکہ کے بعد جب اسلام کے نور سے دل منور ہوا تو اس کا ذکر چچا سے کیا وہ بہت برہم ہوا اور کہنے لگا ہمارے خداؤں سے بغاوت کے جرم میں تجھے یہ سب مال واسباب واپس کرنا پڑے گا ۔ انہوں نے سب کچھ یہاں تک کہ بدن کے کپڑے بھی دیکر اسلام قبول کرنے کا سودا کر لیا ، ماں کو ان کی حالت زار پر رحم آیا تو ایک دبیز چادر دیا جس کے دو حصے کر کے انہوں نے ایک کا تہبند بنایا اور دوسرے کی چادر اوڑھ لی اور اسی حالت میں مدینہ طیبہ جا پہنچے صبح کی نماز کے بعد حضورؐ نے اس اجنبی کے بارے میں دریافت کیا تو عبدالعزیٰ کا نام سن کر فرمایا "آج سے تم عبداللہؓ ہو"

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

محمد سلمان صاحب کالاجہلم کی اہلیہ قضائے الٰہی سے وفات پا چکی ہیں ۔ ادارہ المرشد اور سلسلۂ عالیہ کے جملہ ساتھی ان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دست بدعا ہیں کہ خدائے ذوالجلال مرحومہ کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور جناب جمیل صاحب کو صبر جمیل عطا فرمائے ۔

اویسیہ ہاؤسنگ سوسائٹی کے آرکیٹیکٹ جناب عزیز صاحب کے نوعمر صاحبزادے عید کے روز اچانک وفات پا گئے ۔ ادارہ المرشد جناب عزیز صاحب کے غم میں برابر کا شریک ہے اور سلسلہ کے جملہ احباب سے گزارش کرتا ہے کہ وہ مرحوم کے لیے دعائے مغفرت کریں کہ خدائے رحیم وکریم مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور عزیز صاحب کو اس کا نعم البدل عطا کرے ۔

شخصیات

امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

حافظ عبد الرزاق

آپ ۲۱ھ میں پیدا ہوئے آپ کے والد یسار مشہور صحابی حضرت زید بن ثابتؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اور خود آپ نے ام المومنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پرورش پائی۔

آپ کی داعیانہ صلاحیتیں

حضرت حسن بصریؒ میں اللہ تعالیٰ نے وہ تمام صلاحیتیں جمع فرما دی تھیں جو اس دور کے مخصوص حالات میں دین کا وقار بڑھانے اور دینی دعوت کو مؤثر بنانے کے لیے درکار تھیں۔ ان کی شخصیت میں بڑی جامعیت دل آویزی اور کشش تھی۔ ایک طرف وہ دین میں پورا تبحر اور گہری بصیرت رکھتے تھے۔ بلند پایہ مفسر اور مستند محدث تھے جس کے بغیر اس وقت کوئی اصلاحی کوشش انجام نہیں پا سکتی تھی۔ صحابہ کرامؓ کا انہوں نے اچھا خاصا زمانہ پایا تھا۔ اور معلوم ہوتا ہے بڑے غور سے اس کا مطالعہ کیا تھا۔ مسلمانوں کی زندگی اور اسلامی معاشرے میں جو تغیرات پیش آئے ہیں ان پر گہری نظر رکھتے تھے اپنے زمانہ کی سوسائٹی، ہر طبقہ زندگی اور معاشرہ سے پورے طور پر باخبر تھے۔ اس کی خصوصیات اور اس کی بیماریوں سے ایک تجربہ کار طبیب کی طرح واقف تھے، بڑے فصیح و بلیغ اور شیریں زبان تھے جب وہ گفتگو کرتے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے جب آخرت کا بیان کرتے یا صحابہ کرامؓ کے دور کی تصویر کھینچتے تو آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتی تھیں، مشہور امام لغت و نحو ابو عمرو بن العلا کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری اور حجاج بن یوسف سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا اور حسن تو حجاج سے زیادہ فصیح تھے۔ وسعت علم کا یہ عالم تھا کہ ربیع بن انس کہتے ہیں کہ میں دس برس تک حسن بصریؒ کے پاس آتا جاتا رہا ہر روز ان سے کوئی ایسی بات سنتا تھا جو اس سے پہلے نہیں سنی۔ ایک شخص نے ان کی جامعیت کو اس طرح بیان کیا۔

"وہ اپنے علم و تقویٰ، زہد و ورع، استغنا، عالی ہمتی، لطافت، تفقہ اور علم کے اعتبار سے ایک درخشاں ستارہ تھے، ان کی مجلس میں قسم قسم کے لوگ جمع رہتے تھے، اور ہر ایک فیض پاتا تھا، ایک شخص حدیث حاصل کر رہا ہے ایک تفسیر کا استفادہ کر رہا ہے ایک فقہ کا درس لے رہا ہے ایک فتویٰ پوچھ رہا ہے کوئی مقدمات فیصل کرنے کے قواعد سیکھ رہا ہے کوئی وعظ سن رہا ہے، اور وہ ایک بحر ذخار ہیں۔ جو موجیں لے رہا ہے اور ایک روشن چراغ ہے جو مجلس کو پُر نور کر رہا ہے پھر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سلسلے میں ان کے کارنامے اور حکام و اُمراء کے رُو بُرو پوری فصاحت اور پُر شکوہ الفاظ میں اظہار حق کے واقعات بھلانے کی چیز نہیں" (ثابت بن قرہ)

اس سب کے علاوہ اور اس سب سے بڑھ کر ان کی تاثیر کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ محض صاحبِ قال اور صاحبِ کمال نہ تھے بلکہ صاحبِ دل اور صاحبِ حال بھی تھے جو کچھ کہتے تھے ان کے دل سے نکلتا تھا۔ اس لیے دل پر اثر کرتا تھا جس وقت تقریر کرتے تھے سراپا درد و اثر ہوتے تھے اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اگرچہ بصرہ میں کوفہ میں بڑے بڑے صاحب علم تھے اور صاحب درس تھے مگر ان کے حلقہ درس میں مقناطیس کی کشش تھی۔ ان کے مواعظ و بیانات کی بڑی خصوصیت یہ تھی کہ ان کو "کلام نبوت" سے بڑی مناسبت تھی۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اس پر اتفاق ہے

کہ حسن بصریؒ کا کلام کلام انبیاءؑ کے طرز کلام سے بڑی مناسبت رکھتا ہے ایسی مناسبت دوسرے واعظین کے کلام میں نہیں دیکھی گئی۔ اسی طرح اُن کا طرز زندگی صحابہ کرامؓ کے طرز زندگی سے بہت مشابہ تھا۔

ان کی خصوصیات و جامعیت کا اثر یہ تھا کہ لوگ ان کی شخصیت سے مسحور تھے اور ان کو اُمتِ محمدی کے ممتاز ترین افراد میں شمار کرتے تھے تیسری صدی کے ایک غیر مسلم فلسفی ثابت بن قرہ کا مقولہ ہے کہ اُمتِ محمدیہ کی جن ممتاز ترین شخصیتوں پر دوسری اُمتوں کو رشک آنا چاہیئے ان میں حسن بصریؒ بھی ہیں مکہ معظمہ ہمیشہ عالم اسلام کا مرکز رہا ہے وہاں ہر فن کے صاحب کمال آتے رہتے ہیں۔ لیکن اہل مکہ بھی حسن بصریؒ کا علم دیکھ کر ان کی تقریر سُن کر ششدر رہ گئے کہ ہم نے ان جیسا آدمی نہیں دیکھا۔

حسن بصریؒ کے مواعظ

حسن بصریؒ کے مواعظ دورِ صحابہ کی قوت اور سادگی کا نمونہ ہیں۔ ان میں زیادہ تر دنیا کی بے ثباتی، زندگی کی بے وفائی اور آخرت کی اہمیت کے مضامین، ایمان و عمل کی تلقین، تقویٰ اور خشیت الٰہی کی تعلیم اور طول امل اور تخریب نفس کی اہمیت ملتی ہے۔ خصوصاً اس دور میں جس پر مادیت اور غفلت کا سخت حملہ ہوا تھا، عوام اور بہت سے خواص دولت اور عیش و عشرت کے سیلاب میں خس و خاشاک کی طرح بہے چلے جا رہے تھے ان ہی مضامین کی ضرورت تھی۔ آپ نے چونکہ صحابہ کرامؓ کا دور اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور ان کی صحبت کا فیض اُٹھایا تھا۔ اب حکومت امویہ کا شباب دیکھ رہے تھے اس لیے وہ اپنے مواعظ میں اکثر بڑے درد و جوش کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی ایمانی کیفیت اور ان کی ایمانی اور عملی خصوصیات بیان کرنے لگتے ہیں اور جب وہ ان دونوں زمانوں کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس عظیم انقلاب کا تذکرہ کرنے لگتے ہیں جو ان کے دیکھتے دیکھتے ایمان و عمل اخلاق و عادات میں رونما ہوا تھا تو ان کا درد اور جوش بہت بڑھ جاتا ہے اور ان کے مواعظ تیر و نشتر بن جاتے ہیں۔ ان

کیپٹل

سرامکس پرائیویٹ لمیٹڈ

فیکٹری

۹½ کلومیٹر شیخوپورہ روڈ، لاہور

آفس

الفیصل پلازہ

۴۸۔ دی مال۔ لاہور

فون فیکٹری — ۷۱۰۵۰۳

فون دفتر — ۵۵۱۲۲

کے مواعظ اپنی دل آویزی اور دلنشینی کے علاوہ اس دور کی فصیح و بلیغ زبان اور ادب عالیہ کا نمونہ ہیں۔ ایک موقعہ پر اہل زمانہ پر تبصرہ، صحابہ کرامؓ کا تذکرہ اور اسلامی اخلاق کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہائے افسوس لوگوں کی امیدوں اور خیالی منصوبوں نے غارت کیا۔ زبانی باتیں ہیں عمل کا نشان نہیں۔ علم ہے مگر صبر نہیں، ایمان ہے مگر یقین سے خالی۔ آدمی بہت نظر آتے ہیں مگر دماغ نہیں، آنے جانے والوں کا شور ہے مگر ایک بندہ خدا ایسا نظر نہیں آتا جس سے دل لگے۔ لوگ داخل ہوئے اور پھر نکل گئے انہوں نے سب کچھ جان لیا پھر مُکر گئے انہوں نے پہلا حرام کیا پھر اسی کو حلال کر لیا۔ تمہارا دین کیا ہے؟ زبان کا ایک چٹخارہ! اگر پوچھا جاتا ہے کہ تم روز حساب پر یقین رکھتے ہو؟ تو جواب ملتا ہے "ہاں ہاں"۔ قسم ہے روز جزا کے مالک کی تم نے غلط کہا۔ مومن کی شان تو یہ ہے کہ وہ دین میں قوی ہو، صاحب ایمان و یقین ہو۔ اس کے علم کے لیے حلم اور اس کے حلم کے لیے علم باعث زینت ہو، عقلمند ہو لیکن نرم خو، اس کی خوش پوشی اور ضبط اس کے فقر و افلاس کی پردہ داری کرے۔ دولت ہو تو اعتدال کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے، خرچ کرنے میں شفیق، خستہ حالوں کے حق میں رحیم و کریم حقوق کی ادائیگی میں کشادہ دست اور فراخ دل، انصاف میں سرگرم و ثابت قدم، کسی سے نفرت ہو تو اس کے حق میں زیادتی نہ ہونے پائے کسی سے محبت ہو تو اس کی مدد میں حد شریعت سے نہ بڑھنے پائے، نہ عیب چینی کرتا ہو، نہ طنز و اشارہ، نہ طعن و تشنیع، نہ لایعنی سے اس کو کچھ کام ہو نہ لہو و لعب سے دلچسپی، چغل خوری نہیں کرتا۔ جو اس کا حق نہیں اس کے پیچھے نہیں پڑتا۔ جو اس پر واجب آتا ہے اس کا انکار نہیں کرتا۔ معذرت میں حد سے نہیں بڑھتا، دوسرے کی مصیبت پر خوش نہیں ہوتا۔ دوسرے کی معصیت سے اس کو مسرت نہیں ہوتی۔ مومن کی نماز میں خشوع اور نمازوں کا ذوق ہوتا ہے۔ اس کا کلام شفا کا پیام، اس کا صبر تقویٰ، اس کا سکوت سراسر غور و فکر، اس کی نظر سراپا درس و عبرت ہے۔ علماء کی صحبت اختیار کرتا ہے علم کی خاطر، خاموش رہتا ہے تو اس لیے کہ گناہوں کی گرفت سے محفوظ رہے، بولتا ہے تو اس لیے کہ کچھ ثواب

علم منازل سلوک اور چیز ہے اور حصول منازل اور چیز ہے۔ کتب تصوف کے مطالعہ سے علم تصوف کا حصول محال ہے۔ یہ تو انعکاسی اور انعکاسی چیز ہے جو صحبت شیخ اور صدر شیخ سے حاصل کی جاتی ہے۔

حضرت مولانا اللہ یار خانؒ

کمائے اور فائدہ حاصل کرے، نیکی کر کے اسے خوشی ہوتی ہے، غلطی ہو جائے تو استغفار کرتا ہے۔ شکایت نہیں کرتا ہے اس کے دل میں کسی کی طرف سے رنج آتا ہے تو معاف تلافی کر لیتا ہے، اس سے کوئی جہالت کرتا ہے تو وہ تحمل اور عقل سے کام لیتا ہے۔ ظلم ہوتا ہے۔ تو صبر کرتا ہے کوئی اس کے حق میں ناانصافی کرے تو وہ انصاف کو نہیں چھوڑتا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پناہ نہیں لیتا، مجمع میں باوقار، تنہائی میں شکر گزار۔ رزق پر قانع، آرام کے زمانہ میں شاکر، شاہوں میں ذاکر، ذاکروں میں ہو تو استغفار میں شامل۔ یہ تھی شان اصحابؓ رسول اللہ کی"

اپنے درجوں اور مرتبہ کے مطابق جب تک دنیا میں رہے اسی شان سے رہے اور جب دنیا سے گئے اسی آن بان سے گئے۔ مسلمانو! تمہارے سلف صالحین کا یہ نمونہ تھا جب تم نے اللہ کے ساتھ اپنا معاملہ بدل دیا تو اللہ نے بھی تمہارے ساتھ اپنا معاملہ بدل دیا"

ایک اور وعظ اسی دلسوزی سے فرما کر آخر میں فرمایا کہ اس وعظ و نصیحت میں تو کوئی کمی نہیں لیکن دلوں میں زندگی بھی تو ہو"

ان کی حق گوئی اور بے باکی :

آپ کے کمالات فصاحت و بلاغت تبحر علمی اور تقریر و تاثیر تک ہی محدود نہ تھے بلکہ وہ اپنے زمانہ میں حق گوئی و بے باکی اور اخلاقی جرأت و شجاعت میں بھی ممتاز تھے، انہوں نے خلیفہ وقت یزید بن عبدالملک پر برملا تنقید کی۔ ایک موقعہ پر بر سر درس کسی

شخص نے سوال کیا کہ اس زمانہ فتنہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے آپ نے فرمایا نہ اس کا ساتھ دو نہ اُس کا ساتھ دو، ایک شامی نے کہا نہ امیر المومنین کا؟ یہ سن کر آپ کو غصہ آگیا پھر ہاتھ اُٹھا کر کہا ہاں نہ امیر المومنین کا، ہاں نہ امیر المومنین کا۔ حجاج کی تلوار اور سفاکی مشہور رہے ہے مگر حسنؒ کی زبان اس زمانہ میں بھی اظہار حق سے باز نہ آئی اور اس کے متعلق بھی انہوں نے اپنے ضمیر اور عقیدہ کے خلاف کوئی بات نہیں کہی۔

نفاق اور منافقین

اسلام کے سیاسی اور مادی اثر و اقتدار سے اسلامی مملکت میں بڑی تعداد میں ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا تھا جس نے اسلام کو قبول تو کر لیا تھا مگر اس کے اخلاق و معاملات اور قلب و دماغ پوری طرح اسلام سے متاثر نہیں ہو سکے تھے ان میں حقیقی ایمان کی شان پیدا نہیں ہوئی تھی خود مسلمانوں کی نئی نسل میں بکثرت ایسے افراد تھے جو جاہلی اثرات سے پاک نہیں ہوئے تھے اسلام سے ان کو گہرا تعلق اور زندگی میں احکام الٰہی کے سامنے انقیاد و تسلیم کی خُو پیدا نہیں ہوئی تھی۔ ان میں خاصی تعداد میں بالخصوص حکومت کے طبقہ اور امراء میں ایسے لوگ موجود تھے جن میں قدیم منافقین کے اخلاق و اعمال اور ان کے ذہن و مزاج کا پرتو نظر آتا تھا یہی لوگ بالعموم زندگی پر حاوی تھے، درباروں میں، کلیدی جگہوں پر فوج میں بازاروں میں انہی کا غلبہ تھا انہی کا طرز زندگی سوسائٹی میں فیشن کی حیثیت رکھتا تھا۔

بعض حضرات کا خیال تھا کہ نفاق ایک وقتی اور مقامی بیماری تھی۔ جو عہد رسالت میں مدینہ طیبہ کے مخصوص حالات کی بنا پر پیدا ہو گئی تھی۔ اسلام کے غلبہ اور کفر کی مغلوبیت کے بعد وہ ختم ہو گئی اس لیے کہ دونوں قوتوں کی کش مکش جاتی رہی اور صرف اسلام باقی رہ گیا اس لیے قدرتی طور پر کسی ایسے گروہ کے پیدا ہونے کا موقع نہیں رہا جو ان دونوں کے درمیان متردّد اور مذبذب رہے اور کسی ایک کا وفادار اور مخلص رفیق نہ بن سکے۔ اب یا تو کھلا ہوا کفر ہے یا اعلانیہ اسلام۔ ان دونوں کے درمیان تذبذب کی کوئی وجہ نہیں، تفسیر و تاریخ میں اس خیال کے اثرات ملتے ہیں۔

ان حضرات نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا تھا کہ نفاق فطرت انسانی کی ایک کمزوری اور بیماری ہے جو اسی کی طرح پرانی اور عام ہے۔ اس بیماری کے پیدا ہونے کے لیے یہ بالکل ضروری نہیں ہے کہ اسلام اور کفر کی دو طاقتیں میدان میں ضرور ہوں، اور ان میں کش مکش جاری ہو، خالص اسلام کے غلبہ اور اقتدار کی حالت میں بھی ایک ایسا گروہ پیدا ہو جاتا ہے جو کسی وجہ سے اسلام کو ہضم نہیں کر پاتا۔ اسلام اس کے دل و دماغ میں گھر نہیں کر سکتا لیکن اس میں اتنی اخلاقی جرأت نہیں ہوتی کہ وہ اس کا انکار اور اس سے لاتعلقی کا اظہار کر سکے۔ یا اس کے مفادات اس کی اجازت نہیں دیتے کہ وہ ان فوائد سے دستبردار ہو جائے جو اسلام کے انتساب سے اس کو کسی اسلامی سلطنت یا مسلم سوسائٹی میں حاصل ہیں۔ اس لیے وہ ساری عمر اس دو عملی اور تذبذب کی حالت میں رہتا ہے اس کی نفسی کیفیات اس کے اعمال و اخلاق اس کی اخلاقی کمزوری، اس کی مصلحت شناسی، موقع پرستی، زندگی سے لطف اندوزی کا جذبہ، دنیاوی انہماک، آخرت فراموشی، اہل اقتدار کے سامنے روباہ مزاجی اور کمزوروں اور غریبوں پر دست درازی "منافقین اولین" کی یاد تازہ کرتی ہے۔

نفاق اور منافقین کی نشاندہی

حضرت حسن بصریؒ کی بہت بڑی دینی ذہانت تھی کہ انہوں نے اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا کہ نفاق موجود اور زندہ ہے اور منافقین نہ صرف موجود بلکہ زندگی پر اثر انداز اور سلطنت میں دخیل ہیں۔ اور انہی سے شہروں میں چہل پہل ہے۔ ایک موقع پر انہوں نے فرمایا۔

"خدا کی شان ہے اس اُمت میں کیسے کیسے منافق غالب آگئے ہیں جو پرلے درجے کے خود غرض ہیں"

یعنی حکومت میں وہ عنصر موجود ہے جو اسلام اور مسلمانوں کا مخلص نہیں ہے اور جس کو اپنے اغراض اور منافع سے دلچسپی ہے۔

حسن بصریؒ کی دعوت و اصلاح کی طاقت و تاثیر میں اس بات کو بڑا دخل ہے کہ انہوں نے زندگی کا ایک سرا پکڑ لیا اور سوسائٹی کی اصل بیماری کی طرف توجہ کی۔ ان کے زمانے میں بہت سے واعظ اور داعی تھے لیکن اس زمانہ کے معاشرے نے

کسی کے وجود اور کسی کی دعوت کو اس طرح محسوس نہیں کیا جس طرح حسن بصریؒ کے وجود اور ان کی دعوت کو محسوس کیا اس لیے کہ ان کی تقریروں اور ان کے درسوں سے اس بگڑے ہوئے معاشرہ پر زد پڑتی تھی۔ وہ نفاق کی حقیقت بیان کرتے تھے اور نفاق ایک مرض تھا جو اس سوسائٹی میں پھیل رہا تھا۔ وہ منافقین کے اوصاف و اخلاق بیان کرتے تھے اور یہ اوصاف و اخلاق بہت سے لوگوں میں پائے جاتے تھے جو حکومت، فوج اور تجارت میں پیش پیش تھے اور زندگی میں نمایاں تھے وہ آخرت فراموشی اور دنیا طلبی کے بحران کی مذمت کرتے تھے۔ اور بکثرت لوگ اسی وبا کے شکار تھے۔ وہ موت اور آخرت کی تصویر کھینچتے تھے اور ان حقیقتوں کو مستحضر کراتے تھے۔ مترفین اور غافلین کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو گیا تھا جس کی زندگی ان حقائق کو بھلائے رکھنے میں تھی۔

غرض ان کی دعوت ان کے مواعظ اور ان کے اصلاحی درس، اس زمانہ کی خواہشات و اغراض سے اس طرح متصادم تھے کہ اس زمانہ کی سوسائٹی کے لیے ان سے غیر متعلق رہنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس کا نتیجہ تھا کہ بکثرت لوگ ان کی ان کی تقریروں اور مجلسوں سے چوٹ کھا کر پچھلی زندگی سے تائب ہوتے تھے۔ اور نئی زندگی اختیار کرتے تھے وہ اپنی تقریروں اور مجلسوں سے دین و ایمان کی دعوت بھی دیتے تھے اور اپنی صحبت اور عمل سے نفوس کی تربیت اور تزکیہ بھی کرتے تھے۔ ساٹھ سال کی طویل مدت انہوں نے اس دعوت و اصلاح میں گذاری۔ کوئی اندازہ نہیں کر سکتا کہ کتنوں کو ان کی وجہ سے حلاوت ایمان اور حقیقت اسلام نصیب ہوئی۔ عوام بن حوشب کہتے ہیں کہ حسنؒ نے ساٹھ برس تک اپنی قوم میں وہ کام کیا جو انبیاء کرامؑ (ختم نبوت سے پہلے) اپنی امتوں میں کرتے تھے۔

حسن بصری کی وفات اور اُنکی مقبولیت

اس خلوص، دینی انہماک اور علمی روحانی کمالات کا اثر یہ تھا کہ سارا بصرہ ان کا گرویدہ تھا۔ ۱۱۰ھ میں جب ان کا انتقال ہوا تو سارے شہر نے ان کے جنازہ کی مشایعت کی اور بصرہ کی تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ پوری آبادی کے قبرستان چلے جانے کی وجہ سے اس روز شہر کی جامع مسجد میں عصر کی نماز نہیں ہو سکی۔ حسن بصریؒ کے بعد ان کے روحانی جانشینوں نے اور اپنے اپنے زمانہ کے داعیوں نے دعوت الی اللہ۔ دعوت آخرت اور دعوت ایمان و عمل کا تسلسل جاری رکھا۔

المرشد آپ کا اپنا رسالہ ہے۔ اشاعت کے لیے اپنی نگارشات بھیج کر تعاون کیجیے۔ البتہ ان چند باتوں کا خیال ضرور رکھیے۔

۱۔ لکھائی کاغذ کے ایک طرف ہو، صاف ہو، خوش خط ہو، ایک لائن چھوڑ کر لکھا ہو، مضمون شکستہ خط میں نہ لکھیے کیونکہ کتابت میں مشکل پیش آتی ہے۔

۲۔ قرآن پاک کی آیات صاف اور صحیح لکھیے، آیت پوری لکھیے، زیر زبر تک کا خیال رکھیے۔ آیات شکستہ خط میں ہرگز نہ لکھیے۔ قرآن پاک سے مقابلہ کر کے آیات کے صحیح ہونے کا اطمینان کر لیجیے

اشاعت کے لیے نگارشات اس پتے پر ارسال کیجیے۔

ماہنامہ "المرشد" گاردی ٹرسٹ بلڈنگ، تالٹن روڈ، لاہور۔

مجاہد کی اذان اور

میں پچھلے دنوں شمالی علاقہ جات میں تھا۔ وہاں ہمیں ایک این ایل آئی (N.L.I) سنٹر دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ این ایل آئی ہماری ایک فوج ہی ہے جو شمالی علاقہ جات میں کام کرتی ہے اُس کا سنٹر بھی وہیں ہے کوشش یہی ہوتی ہے کہ مقامی لوگ ہی اُس میں ہوں کیونکہ وہاں رہنا' وہاں کے موسمی حالات میں وہاں گذارا کرنا' ہماری نسبت اُن لوگوں کے لیے زیادہ آسان ہے سنٹر کا کمانڈنٹ فل کرنل ہوتا ہے اُس کے کندھے پر بہت سارا پیتل ہوتا ہے سرخ کالر بھی پہنتا ہے سر پر جو ٹوپی ہوتی ہے اُس کے ساتھ ریڈ ٹیپ لگی ہوئی ہے فوج کی ایک اصطلاح ہے "ریڈ ہیڈز" یعنی سرخ ٹوپیوں والے' یہ سب سے اونچا لیول جن فوجی افسروں کا ہوتا ہے انہیں "ریڈ ہیڈز" کہتے ہیں۔ یہ لیول فل کرنل سے شروع ہوتا ہے اور جرنیل تک جاتا ہے۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ اتنا اقتدار ایک آدمی کو رب کریم نے دیا ہو کہ پاؤ بھر پیتل اُس کے کندھے پر ہو' پورے پاکستان کی فوج اُس کو سلوٹ کرتی ہو' ایک پورا سنٹر اُس کے زیر کمان ہو اور وہ اس کا پورا حاکم ہو۔ اُس کے سر پر سرخ فیتے والی ٹوپی بھی ہو' اُس کے کالروں پر سرخ بیجز بھی لگے ہوئے ہوں' وہ آدمی کیسا ہونا چاہیئے! جیسا کہ ہماری عمومی زندگی میں ہے بالکل ایک صاحب قسم کے آدمی کا تصور ذہن میں آتا ہے۔

آفیسرز میس میں ہماری چائے تھی وہ بڑا ہی تاریخی قسم کا میس ہے جہاں این ایل آئی سنٹر ہے وہ مہاراجہ کشمیر کے آرام کرنے کا ایسا مقام یا سنٹر ہوا کرتا تھا جس میں وہ ذاتی طور پر آتا تھا جو اُس کے ذاتی تصرف کا محل تھا اُس میں اُن افسروں کا میس ہے اُس کے سامنے بڑا سبزہ زار لان اور خوب صورت جگہ ہے ہمارے لیے باہر کرسیاں' اور صوفے لگے ہوئے تھے سارے سنٹر کے آفیسرز موجود تھے ہم نے چائے کا کپ پیا۔ پروگرام یہ تھا چائے کا کپ پئیں گے' عصر کی نماز پڑھیں گے' دس پندرہ منٹ آفیسرز سے 'ذکر' کے موضوع پر گفتگو کریں گے پھر اجازت لیں گے۔

ابھی ہم چائے ختم نہیں کر پائے تھے کسی کی پیالی میں آدھی چائے باقی تھی کسی کے دو گھونٹ باقی تھے۔ ایک طرف لان میں صفیں بچھی ہوئی تھیں عصر کا وقت ہو رہا تھا۔ اچانک بڑی مزے دار آواز آذان کی آئی۔ آپ اندازہ کریں کہ جونہی میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ شخص اذان کہہ رہا تھا جو اتنے بڑے سنٹر کا انچارج تھا پوری شرعی داڑھی اس کے چہرے پر سجی ہوئی تھی میں نے واقعی اُس وقت محسوس کیا کہ

ع ملاں کی اذان اور' مجاہد کی اذان اور'

بڑا فاصلہ ہے ایک بے اثر بے معرف آدمی کے آذان کہنے میں' اور ایک اتنے مؤثر آدمی کے آذان دینے میں جیسے پاکستان

انسانی تحقیقات کا دائرہ آسمان کی حدود سے نیچے رہ جاتا ہے۔ انسان سورج کے متعلق رائے دے سکتا ہے۔ غلط ہو یا صحیح یہ علیحدہ بات ہے۔ چاند کے بارے میں رائے دے سکتا ہے۔ بادل اور ہوا کی بات کر سکتا ہے لیکن آسمان یا آسمان سے اُوپر کی بات دُنیا کا کوئی فلاسفر، کوئی محقق، کوئی ڈاکٹر، کوئی صاحب علم، کوئی ادیب' کوئی مورخ، کوئی بھی نہیں کرتا صرف اور صرف اللہ کا نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی ہستی ہے جو بات شروع ہی بالائے آسمان سے کرتا ہے۔

(حضرت مولانا محمد اکرم)

کی پوری فوج سلوٹ کرنے پر مجبور ہو، میں جو اس مسجد میں بیٹھا ہوں، میرے اور اس کے آذان کہنے میں بڑا فرق ہے۔ آذان کے بعد نماز کی باری آگئی انہوں نے امامت کے لیے مجبور کیا لیکن میں سچ کہتا ہوں میرا اپنا دل یہ چاہتا تھا کہ اس شخص کی اقتدا میں اگر ایک نماز پڑھ لی جائے تو شاید یہ نجات کا سبب بن جائے۔ کتنے قیمتی ہیں یہ لوگ کہ اس دور میں جو عمومی برائی کا دور ہے اتنا فخر، اتنی قوت، اتنا اقتدار اور اتنا اختیار رکھتے ہوئے جنہیں اپنے اللہ کا اتنا قرب نصیب ہے کہ چائے کی پیالی ختم کرنے میں بھی وہ یہ احتیاط کرتے ہیں کہ دوسروں سے پہلے ختم کر لیں تاکہ اللہ کی طرف دعوت دینے کے لیے کوئی اور نہ کھڑا ہو جائے۔ امتِ مسلمہ کا وہ تاریخی دور سامنے آجاتا ہے جب روئے زمین پر مسلمان معزز و محترم تھا۔

لیکن یہ شخص شروع سے ایسا نہیں تھا یہ شخص پاکستان کے دوسرے آرمی آفیسروں کی طرح ایک بڑا مشہور آرمی آفیسر تھا اسے ان بلندیوں پر اگر پہنچایا تو انہیں محافل ذکر نے، اور اسی اللہ نے، اسے یہ قوت بخشی، یہ سپرٹ بخشی کہ وہ روزانہ فوج کا کام اپنے جیسے دوسرے فوجی آفیسروں سے کئی گنا زیادہ کرتا ہے اور جو وقت بچ جاتا ہے اس میں اذانیں بھی کہتا ہے درس بھی دیتا ہے اور تبلیغ کے لیے بھی وقت نکال لیتا ہے

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

یہ وہ نتیجہ ہے جو ان محافل ذکر سے حاصل ہوتا ہے اور یہ لوگ ثمر ہیں حضرت جی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کی چوراسی سالہ محنتوں کا، مشقتوں کا، مجاہدوں کا۔ اب اگر کوئی شخص بغیر دیکھے، بغیر سوچے سمجھے ایک عام مروجہ روش کی پیری مریدی پر قیاس کر کے فتویٰ دے تو یہ اس کی زیادتی ہے۔

(حضرت شیخ المکرم مولانا محمد اکرم کے خطبہ جمعۃ المبارک ۹ر نومبر ۱۹۸۷ء سے اقتباس)

ناصر پیکجز پرنٹرز
اینڈ مینوفیکچرز

نالی دار گتہ اور ہر قسم کے اعلیٰ کوالٹی کے
ڈبے بنانے والے

فیکٹری

ایس ۱۵- نزد سمال انڈسٹریز اسٹیٹ کوٹ لکھپت لاہور
فون فیکٹری: ۸۰۱۵۳۲-۸۰۱۱۸۵

نظامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

وسیع کائنات ایک مشین یا کارخانہ ہے۔ جس میں ہر نوع کی مخلوق گویا ایک مختلف پرزہ ہے۔ جس کے لیے ایک خاص قسم کی حرکت و رفتار اور سمت اس مشین کے بنانے والے نے مقرر کر دی ہے۔ اور پیدائش کے دن سے اس مشین کا ہر پرزہ اسی سے مصروف بکار ہے۔

جو اس کے لیے مقرر ہو چکی ہے۔

مخلوق کی عام قسموں کی تعداد اور حقیقت تو اس کے پیدا کرنیوالا ہی جانتا ہے۔ مگر چار قسم کی مخلوق ہماری معلومات کے دائرے میں آتی ہے۔ یعنی جمادات و نباتات و حیوانات اور انسان۔ ان چاروں کے متعلق کچھ تفصیلی بحث کیجاتی ہے

جمادات

اس مخلوق میں کرۂ ارض اس کے پہاڑ، دریا، صحرا و میدان، آگ اور پانی وغیرہ شامل ہیں۔ اور دوسرے اجرام فلکی مثلاً سورج و چاند، ستارے، سیارے اور فضا وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے اپنا ایک نظام زندگی ہے۔ یہ کرۂ ارض بحیثیت مجموعی ایک مقررہ رفتار سے اپنے محور کے گرد گھوم رہا ہے۔ اس کی رفتار میں کبھی فرق نہیں آیا۔ اس کی سمت کبھی نہیں بدلی۔ مدار کے ساتھ اسکے محور کو جس زاویے پر رکھدیا ہے وہ زاویہ بال برابر بھی نہیں بدلا۔ پھر یہی کرہ ارض سورج کے گرد بھی گھوم رہا ہے۔ روز اول سے اس کی رفتار اور سمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ اپنے محور کے گرد یا سورج کے گرد یہ کرہ الٹی سمت چکر لگانا شروع کر دے۔

زمین کے سینے پر پہاڑ بدستور میخ کی طرح گاڑے ہوئے ہیں۔ ان میں معدنیات کے خزانے پوشیدہ ہیں اور اندر ہی اندر بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ان پہاڑوں کی خاص بلندی سے برف کا عمل دخل ہو جاتا ہے اور اسکی تہوں پر تہیں جمی جاتی ہیں۔

پروفیسر محمد شریف

میدانوں میں روئیدگی کی قوت رکھدی گئی ہے۔ جب ان کے سینے میں مناسب بیج ڈالا جاتا ہے تو مناسب آب و ہوا اور مناسب موسم میسر آجائے تو یہ زمین اس کی روئیدگی سے قطعاً انکار نہیں کرتی۔ پانی ہے تو اس میں نیچان کی طرف بہنے کی خصوصیت رکھدی گئی ہے اور حرارت سے عمل تبخیر کے ذریعے اس کی شکل بدل جاتی ہے۔ یعنی مائع سے گیس بن جاتا ہے۔ اس کی یہ دونوں خاصیتیں کبھی جدا نہیں ہوئیں۔ آگ اپنا عمل برابر کر رہی ہے یہ کبھی نہیں ہوا کہ اس نے حرارت دینے یا کھانا پکانے سے کبھی انکار کیا ہو اور یہ منظر ملاحظہ ہو سورج ایک فرمانروا کی طرح اپنی ڈیوٹی دے رہا ہے۔ ہر طلوع پر اپنے وقت پر ظاہر ہوتا ہے اور چھپتا چلا جاتا ہے۔ اپنی روشنی سے کائنات کو منور کئے جا رہا ہے اور اپنی حرارت سے فصل پکاتا اور پانی کو بخارات میں برابر تبدیل کرتا جا رہا ہے یہ کبھی نہیں دیکھا گیا اور نہ یہ سنا گیا کہ سورج نے کبھی ایسا منظر بھی پیش کیا ہو کہ مغرب سے طلوع ہوتا ہوا دکھائی دے اور مشرق میں جا کر غروب ہو۔ چاند کو دیکھو اس کے گھٹنے بڑھنے کا جو منظر سامنے آتا ہے۔ گو وہ اس کا صرف ایسا دکھائی دیتا ہے۔ حقیقتاً گھٹتا بڑھتا نہیں۔ مگر پھر بھی اس میں ایسی باقاعدگی ہے کہ اس میں کبھی فرق نہیں آیا۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ پہلی تاریخ کو ماہ کامل نظر آئے اور پندرھویں کو ہلال بن کر نمودار ہو۔ غرض جمادات کی ہر مخلوق ایک ایسا پرزہ ہے جو صحیح اسی نوعیت رفتار اور سمت میں حرکت کر رہا ہے۔ جو اس کے پیدا کرنے والے نے اس کیلئے ازل سے مقرر کی ہے۔

نباتات

مخلوق کی دوسری قسم نباتات ہے۔ مختلف فصلوں و

پودوں اور درختوں کے پیدا ہوتے نشو و نما پانے پھولنے پھلنے کا ایک قانون مقرر ہے۔ ہر پودا مناسب موسم مناسب ماحول اور مناسب آب و ہوا میں پھلتا پھولتا ہے دیودار کا درخت افریقہ کے صحرا میں کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ اور کھجور کا درخت ہمالیہ کی چوٹیوں پہ پھلتا پھولتا کبھی نہیں دیکھا گیا۔ غلہ اور دوسری فصلیں اپنے اپنے موسم میں پھلتی پھولتی ہیں۔ مناسب آب و ہوا موسم اور ماحول میں کسی درخت یا پودے نے نشو و نما پانے سے انکار نہیں کیا ہے۔

پھر ہر درخت، وہی پھل دے گا۔ جس کا بیج بویا گیا ہو۔ آم کے درخت پہ انار کبھی نہیں لگے۔ نیم کے درخت پر آم کبھی نہیں پائے گئے۔

اسی طرح گندم از گندم بروید جو ز جو۔ نباتات کے سرسری یا محققانہ مشاہدہ سے یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ کائنات کی مشین کا یہ پرزہ جسے نباتات کہتے ہیں اس انداز سے مصروف عمل ہے کہ جو قانون اس کے پیدا کرنیوالے نے اس کے لیے بنا دیا ہے۔ اس سے سرمو انحراف نہیں کرتا۔

پھولوں کے پودوں کا مطالعہ کرو۔ گلاب کے پودے پر کبھی چنبیلی کے پھول نہیں کھلا کرتے۔ چنبیلی کے پودے پہ گلاب کا پھول کھلا ہو۔ کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ معلوم ہوا کہ غلہ وغیرہ کی فصل ہو۔ پھولوں کے پودے ہوں یا پھلدار درخت ہوں۔ سب قانون کے اس حد تک پابند ہیں۔ جو ان کے پیدا کرنیوالے نے ان کی نوع کے لیے مقرر کیا ہے کہ اس سے کبھی سرتابی نہیں کرتے۔

حیوانات

مخلوق کی تیسری قسم حیوانات کی ہے۔ یعنی کائنات کی مشینری کا ایک اہم پرزہ حیوانات ہیں۔ یہ مخلوق بھی اس قانون کی پابندی میں مستور نظر آتی ہے۔ جو اس کے خالق نے اس کے لیے مقرر کیا ہے۔ کچھ جانور بچے دیتے ہیں۔ اور دودھ پلاتے ہیں۔ کچھ ایسے ہیں کہ انڈے دیتے ہیں اور ان سے بچے نکلتے ہیں۔ کبھی یہ نہیں دیکھا گیا کہ کوا بچے دے اور بچوں کو دودھ پلانا شروع کر دے اور نہ کبھی یہ دیکھا گیا کہ گائے انڈے دینے لگے۔ جس جانور کیلئے پیدا ہونے اور پلنے کے لیے جو قانون مقرر ہے۔ روز اول سے اسی پر کاربند ہے۔

مختلف خطوں میں رہنے والے جانوروں کی ضروریات مختلف رکھی ہیں۔ ٹنڈرا کے میدان میں پیدا ہونیوالے جانوروں کے لیے ایسا انتظام کر دیا ہے کہ سردی سے بچا جا سکے۔ استوائی خطوں کے جانوروں کی کھال اور بال سرد علاقوں کے جانوروں سے مختلف ہیں۔ جانوروں کی غذائیں مختلف مقرر کر دی ہیں۔ اور اس معاملے میں جانور ایسے محتاط ہیں کہ کسی ڈاکٹر کی ہدایات کے محتاج نظر نہیں آتے۔ شیر بھوکا مر جائے مگر گھاس کھا کے گزارہ نہیں کر سکتا۔ بھیڑ بکری کی جان چلی جائے درندوں کی غذا کھانے کی جرائت کبھی نہیں کرے گی۔ بطخ کا بچہ پیدا ہوتے ہی پانی میں

آج کل عورت کو مرد کے مساوی لانے کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے اور یہ حق بھی ہے کہ عورت بھی معاشرہ کا ایک نازک اور حساس شعبہ ہے، نہایت اہم ستون ہے بیشک ایک پہیہ ہے اور اسے دوسرے کے برابر چلنا چاہیئے۔ مگر یہ مساوات ایسی ہو کہ جیسے مرد مردوں والے کام کرنے کی سہولت رکھتا ہے ایسے ہی عورت عورتوں والے کام کرنے کی سہولت رکھتی ہو مگر یہ نہ ہو کہ جوان بچیاں نو عمر لڑکوں کی محافل کی زینت ہوں۔ یہ نہ ہو کہ تنہائی میں پروفیسر کے کمرے میں پڑھ رہی ہوں، ڈاکٹر تو بن سکتی ہیں مگر ڈاکٹری کے حصول میں اپنی فطری حیا کو نہیں دے سکتیں۔ یہ دنیا کی سب سے قیمتی دولت ہے جو اللہ نے اسے دی ہے اور اگر اسے کھو بیٹھی تو وہ ہر وہ کام کر سکے گی جو مرد کر سکتا ہے مگر عورت نہ رہے گی۔ عورت کا عورت رہنا سب سے زیادہ ضروری ہے

حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ

تیرنا شروع کر دے گا۔ مرغی کا بچہ بوڑھا ہو جاتے پانی میں کودنے کی ہمت نہیں کرے گا۔ اس مشاہدے سے معلوم ہوا کہ خالق نے اس پرندے کی حرکت، رفتار اور سمت جو مقرر کر دی ہے اس سے بال برابر بھی ادھر ادھر نہیں ہوتا

انسان

مخلوق کی چوتھی قسم انسان ہے۔ بنیادی طور پر یہ حیوانات کی نوع میں ہی شمار ہوتا ہے۔ مگر اس کو ایک فوقیت حاصل ہے۔ جسے قوت گویائی کہتے ہیں۔ اس لئے انسان کو حیوان ناطق بھی کہتے ہیں۔

کائنات کی مشینری کا یہ نہایت اہم پرزہ ہے۔ اس کی شخصیت دو اوصاف کی حامل ہے۔ یا یوں کہئے کہ یہ رکھتا ہے۔ وہ یوں کہ ایک پہلو سے یہ اپنے خالق کے مقرر کردہ قانون کا اسی طرح پابند ہے جیسے جمادات و نباتات اور حیوانات پابند ہیں۔ یعنی اس کے اعضا جس غرض کیلئے اسے دیئے گئے ہیں اور جس انداز سے انہیں کام کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے ٹھیک اسی طرح کام کرتے ہیں۔ مثلاً زبان سے دیکھنے کا کام نہیں لیا جاتا۔ وہ صرف بولنے کا فریضہ ادا کر سکتی ہے۔ گو وہ بھی گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ مگر سارے جسم میں سے گوشت کا کوئی اور ٹکڑا بولنے کے کام نہیں آسکتا۔ کان سننے کے کام آئیں گے۔ ان سے دیکھا نہیں جا سکتا۔ موٹر چلانے کے لیے سٹیرنگ کو کنٹرول کرنے کیلئے ہاتھوں سے کام لینا پڑے گا۔ آنکھوں کی پلکوں سے یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ مٹھی بند کرنے کے لیے انگلیوں کو اندر کی طرف تو بند کیا جا سکتا ہے مگر پشت کی طرف موڑنا انسان کے بس کا کام نہیں۔ علمی اصطلاح میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں تک تکوینی پہلو کا تعلق ہے انسان اسی طرح اپنے خالق کے قوانین کا پابند ہے۔ جس طرح دوسری مخلوق۔

انسان کی زندگی کا ایک پہلو اور ہے جسے اصطلاح میں تشریعی پہلو کہا جا سکتا ہے۔ اس میں انسان جبلت کے ہاتھوں مجبور نہیں بلکہ خود مختار ہے۔ کہ اپنے اختیار سے جو صورت چاہے پسند کرے۔ مثلاً وہ دوسروں کی جان و مال کا محافظ اور امین بھی ہو سکتا ہے۔ اور دوسروں کا گلہ کاٹ بھی سکتا ہے۔ اور مال لوٹ بھی سکتا ہے۔ وہ جائز اور مناسب طریقے سے مال کما بھی سکتا ہے۔ اور دھاندلی سے دوسروں سے مال چھین بھی سکتا ہے۔ وہ ڈنگروں، ڈھوروں کی طرح جنسی آوارگی کی صورت بھی اختیار کر سکتا ہے۔ اور شریفانہ طور پر کسی قاعدے کے تحت اس فطری داعیہ کی تسکین کی صورت بھی اختیار کر سکتا ہے۔

خالق نے انسان کو اختیار کی یہ آزادی دے کر اسے امتحان میں مبتلا کر دیا ہے۔ وہ یوں کہ خالق نے اس کے سامنے دو راستے رکھ دیئے۔ اور یہ بھی واضح کر دیا کہ یہ راستہ تباہی کا ہے۔ اور دوسرا راستہ فلاح و کامرانی کا ہے۔ اب تجھے آزادی ہے کہ اپنے آپ کو تباہی کے راستے پر ڈال دے یا کامیابی کی شاہراہ پر چل کھڑا ہو۔

اس مقام پر انسان دو گروہوں میں بٹ گئے۔ کچھ لوگ اس انداز میں سوچنے لگے کہ اس کائنات کا خالق ہی اس کا مالک ہے۔ اس پر حکومت اس کی ہے ساری مخلوق اس کے مقرر کردہ قانون پر چل رہی ہے۔ ہمیں بھی اس کے قانون کا پابند ہونا چاہیے۔ اور ساری زندگی کا یہ پہلو جو ہمارے اختیار سے متعلق ہے اس میں بھی اسی کا حکم اور اسی کا قانون چلنا چاہیئے۔ ان لوگوں کی ڈیوٹی یہاں ختم نہیں ہو جاتی بلکہ یہ لوگ اپنے خالق کی طرف سے اس کام پر بھی مامور ہیں کہ اپنے جیسے دوسرے انسانوں پر بھی خالق کا قانون نافذ کریں۔

انسان کی زندگی کے اس پہلو پر جس میں اسے اختیار کی آزادی ہے خالق کے قانون کو نافذ کرنیکا کام نظام مصطفیٰ ہے۔ جو لوگ یا معاشرہ اس نظام کو نافذ کرنے کا بیڑا اٹھائے وہ اپنے خالق کا حق یا بابت ادا کرتی ہے اسے

قانون الٰہی کا نام نظام مصطفیٰ کیوں۔

خالق کے وہ قوانین جو مخلوق کے تکوینی پہلو پر لاگو ہوتے ہیں وہ مخلوق کی جبلت اور فطرت میں رکھ دیئے گئے ہیں۔ ان قوانین پر عمل کرنے کے لیے کسی معلم یا تربیت دینے والے کی ضرورت نہیں۔ مگر جو قوانین انسان کے تشریعی پہلو سے متعلق ہیں ان کے لیے تعلیم و تربیت و رہنمائی کی ضرورت ہے۔

خالق کائنات انسان سے براہ راست مخاطب ہو کر اسے ہدایت نہیں دیا کرتا۔ بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسانی معاشرہ میں سے کسی بہترین انسان کا انتخاب کر لیتا ہے اس سے ہمکلام ہوتا ہے۔ اسے ہدایت دیتا ہے اور اس کی ڈیوٹی لگا دیتا ہے کہ میری تعلیمات میرے بندوں تک پہنچاؤ۔ انہیں ان تعلیمات پر عمل کرنے کا ڈھنگ سکھاؤ اور جہاں جہاں وہ ٹھوکر کھائیں۔ ان کی اصلاح کرو۔ اور نمونے کا معاشرہ قائم کر کے دکھاؤ۔ ہر زمانے میں ایسے برگزیدہ انسان خالق کی طرف سے مقرر ہوتے رہے جیسے آدمؑ۔ نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ ان تمام حضرات کا دائرہ عمل محدود ہوتا تھا۔ آخر میں حضرت محمدؐ کو پوری انسانیت کے لیے ہر زمانے کے تقاضوں کو پورا کرنے والا مکمل نظام حیات دے کر انسانوں کی طرف بھیجا۔ یہ نظام انہوں نے خالق سے لیا مخلوق کو پہنچایا۔ اور اس تعلیمات کی روشنی میں ایک ایسا معاشرہ قائم کر کے دکھا دیا جو رہتی دنیا تک افراد اور اقوام کے لیے روشنی کا مینار ہے آپ کا لقب مصطفیٰ ہے اور چونکہ آپ ہی نے خالق سے یہ نظام حیات حاصل کیا۔ آپ ہی نے اس کی تعلیم اور عملی تعبیر کی اور آپ ہی نے اس بنیاد پر ایک معاشرہ قائم کیا اسلئے اس نظام کو نظام مصطفیٰ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

نظام مصطفیٰ کا تعارف

ہر ملک اور ہر حکومت میں ملکی قوانین تحریری صورت میں قریباً ہر زمانے میں پائے گئے ہیں۔ لیکن کسی مملکت کے دستور کو عام قوانین سے علیحدہ تحریری صورت میں لانا ایک ایسی نئی بات ہے جس کی نظیر عہد نبوی سے پہلے نہیں ملتی۔ پوری مملکت میں قانون الٰہی کو نافذ کرنے کے لیے ہمہ پہلو کوشش کرنی پڑتی ہے۔

نظام مصطفیٰ کی ضرورت

کسی مشین کے پرزے مقررہ سمت میں مقررہ رفتار کے ساتھ حرکت کرتے ہیں تو پوری مشین مکمل ہم آہنگی کے ساتھ چلتی ہے اور اس سے جو کچھ حاصل کرنا مطلوب ہوتا ہے وہ حاصل ہو کے رہتا ہے۔ اگر کوئی ایک پرزہ الٹی سمت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ: حضرت عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: اللہ تعالیٰ علم کو اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے لوگوں کے دلوں میں سے محو کر دے بلکہ علم اس طرح ختم ہوگا کہ علماء ختم ہو جائیں گے حتیٰ کہ جب ایک بھی عالم باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار بنا لیں گے اور ان سے استفسارات کئے جائیں گے اور وہ علم کے بغیر فتوے دیں گے جو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی کریں گے۔

میں حرکت کرنے لگے تو پوری مشین کا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ کبھی تو مشین رک جاتی ہے۔ کبھی رفتار میں گڑبڑ ہو جاتی ہے۔ کبھی کوئی پرزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح کائنات کی مشینری میں جمادات و نباتات وحیوانات تمام پرزے مقررہ منہج پر حرکت کر رہے ہیں اور انسان ایسا پرزہ ہے کہ اس کی کچھ گراریاں تو صحیح سمت میں حرکت کر رہی ہیں مگر کچھ حصہ اپنی چال چلنے پر مُصر ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس مشین میں ہم آہنگی سے کام کی رفتار قائم نہیں رہ سکتی۔ اس سے سارے پرزے متاثر ہوتے ہیں اور خود انسان کا سکون اور امن اٹھ جاتا ہے۔ کیونکہ اس مشین کے بنانے والے نے جو ہدایات دی تھیں انہیں پس پشت ڈال کر اگر اپنی من مانی کارروائی شروع کر دی تو امن و سکون نہیں۔ اور نظام مصطفیٰ کی ضرورت اس لیے ہے کہ انسان کی پریشانی نقطۂ عروج کو پہنچ چکی ہے۔ انسان کے پاس سب کچھ ہے۔ دولت ہے۔ اقتدار ہے۔ ستاروں پر کمندیں ڈال رہا ہے۔ ہوا کو مسخر کر چکا ہے۔ پانی پر حکمرانی ہے۔ مگر اس کے دل کی دنیا میں زلزلے آرہے ہیں۔ تہذیب و ترقی کی راہ پر ہے۔ مگر نہ کسی فرد کی جان و مال، عزت و آبرو محفوظ ہے نہ کوئی قوم اور ملک اپنے آپکو محفوظ سمجھتا۔ امریکہ جیسے مہذب ملک کے ایک شہر میں ۲۰ گھنٹے بجلی بند ہوتی ہے تو ہزاروں چوریاں ہوتی ہیں سینکڑوں عصمتیں لٹتی ہیں۔

بیسیوں گھر ویران ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان نے خالق کی مشیت پر اپنا قانون نافذ کر رکھا ہے۔

نبی کریمؐ نے سلھ میں مدینہ کی ریاست کے لیے ایک دستور مرتب کیا۔ جس میں حکمران کے حقوق و فرائض اور دیگر ضروری ہدایات کا تفصیلی ذکر ہے۔ سیرۃ ابن اسحاق اور سیرۃ ابن ہشام اور کتاب الاموال ابو عبیدہ میں یہ دستاویز محفوظ رکھی گئی ہے۔ اس کی اہمیت مسلمانوں سے بڑھ کر عیسائی مورخوں نے محسوس کی ہے۔ اس دستور کی بڑی بڑی دفعات یہ ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ یہ عہد نامہ ہے نبی اور اللہ کے رسول محمدؐ کا قریش اور اہل یثرب سے ایمان اور اسلام لانے والوں اور ان لوگوں کے مابین جو ان کے تابع ہوں۔ اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔

۲۔ تمام لوگوں کے بالمقابل ان کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہوگی۔

۳۔ قریش سے ہجرت کر کے آنیوالے اپنے محلے کے ذمہ دار ہوں گے اور اپنے اخراجات باہم ملا کر دیا کریں گے اور اپنے ہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑائیں گے تاکہ مومنوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

۴۔ اسی طرح بنی عوف اپنے محلے کے ذمہ دار ہونگے بنی الحارث بن خزرج اپنے محلے کے، بنی ہاشم اپنے محلے کے۔ بنی النجار اپنے محلے کے بنی عمرو اپنے کے اسی طرح سب قبائل کا نام لے کر درج کئے گئے ہیں۔

۵۔ مومن کسی قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے کو مدد دیئے بغیر نہ چھوڑے گا۔

۶۔ کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے مولیٰ (معاہداتی بھائی) سے خود معاہدہ برادری نہیں پیدا کرے گا۔

۷۔ اور حقیقی ایمان والوں کے ساتھ اس شخص کے خلاف اٹھیں گے جو ان میں سرکشی کرے یا استحصال بالجبر کرتا ہے۔ یا گناہ یا تعدی کا ارتکاب کرے۔ یا مومنوں میں فساد پھیلانا چاہے۔ اور ان کے ساتھ سب مل کر ایسے شخص کے خلاف اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

۸۔ کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے قتل نہ کرے گا۔ اور نہ کسی کافر کی کسی مومن کے خلاف مدد کرے گا۔

۹۔ خدا کا ذمہ ایک ہی ہے۔ مسلمانوں کا ادنیٰ ترین فرد بھی کسی کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا اور ایمان لانے والے باہم بھائی بھائی ہیں۔

۱۰۔ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی۔ نہ ان پر ظلم کیا جائے گا نہ انکے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔

۱۱۔ اور مومنوں کی صلح ایک ہی ہوگی۔ اللہ کی راہ میں لڑائی ہو تو کوئی مومن کسی دوسرے مومن کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا۔ جب تک یہ صلح ان سب کے لیے برابر اور یکساں نہ ہو۔

۱۲۔ اور تمام ٹکڑیوں کو جو ہمارے خلاف جنگ کریں۔ باہم نوبت بہ نوبت چھٹی دی جائے گی۔

۱۳۔ اور مومن باہم اس چیز کا انتقام لیں گے۔ جو خدا کی راہ میں ان کے خون کو پہنچے۔

۱۴۔ بلاشبہ حقیقی مومن سب سے اچھے اور سب سے سیدھے راستے پر ہیں۔

۱۵۔ اور کوئی مشرک (غیر مسلم رعیت) قریش کی جان و مال کو پناہ دے گا اور نہ اس سلسلہ میں کسی مومن کے آڑے آئے گا۔

۱۶۔ جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے اور ثبوت پیش ہو تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اس کے مقتول کا ولی خون بہا کے لیے راضی ہو جائے۔ اور تمام مومن اس کے تعمیل کے لیے اٹھیں گے۔ اس کے سوا انہیں کوئی اور چیز جائز نہ ہوگی۔

۱۷۔ کسی مومن کے لیے جو اس دستور العمل کے مندرجات کی تعمیل کا اقرار کر چکا ہے اور خدا اور آخرت پر ایمان لا چکا ہے۔ یہ بات جائز نہ ہوگی کہ کسی قاتل کو پناہ یا مدد دے

۱۸۔ اور یہ کہ جب کبھی تم میں کسی چیز کے متعلق اختلاف ہو تو اسے خدا اور محمدؐ سے رجوع کیا جائے۔

۱۹۔ اور یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے۔

۲۰۔ اور بنی عوف کے یہودی مومنوں کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کئے جاتے ہیں۔
یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین خواہ موالی ہوں یا اصل ہوں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو خود اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔

۲۱۔ بنی النجار کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو اسی طرح بنی الحارث کے بنی ساعدہ و بنی ہاشم و بنی ثعلبہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے۔

۲۲۔ یہودیوں کے قبائل کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے۔

۲۳۔ اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی محمدؐ کی اجازت کے بغیر (مسلمانوں کی فوج میں بھرتی ہو کر) نہیں نکلے گا۔

۲۴۔ اور کسی مار یا زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ خدا اس کے ساتھ ہے جو اس دستور العمل کی وفادارانہ تعمیل کرتا ہے۔

۲۵۔ یہودیوں پہ ان کا خرچ کا بار ہو گا اور مسلمانوں پہ ان کا خرچہ۔

۲۶۔ اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان یہود اور مسلم میں باہم امداد عمل میں آئے گی۔ اور ان میں باہم حسن مشورہ، بہی خواہی اور وفاشعاری ہو گی۔ نہ کہ عہد شکنی۔

۲۷۔ اور یہود اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

۲۸۔ اور یثرب کا جوف (میدان جو پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے) اس دستور والوں کے لیے ایک حرم (مقدس مقام) ہو گا۔

۲۹۔ پناہ گزین کے ساتھ وہی برتاؤ ہو گا جو اصل (پناہ دہندہ) کے ساتھ نہ اس کو ضرر پہنچایا جائے گا نہ خود وہ عہد شکنی کرے گا۔

۳۰۔ پناہ دینے کا حق پناہ گزین کو نہیں ہو گا۔

۳۱۔ اس دستور والوں میں جو کوئی قتل یا جھگڑا رونما ہو جس سے فساد کا ڈر ہو۔ تو خدا اور خدا کے رسول محمدؐ سے رجوع کیا جائے گا اور خدا اس شخص کے ساتھ ہے۔ جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ احتیاط اور وفاکاری کے ساتھ تعمیل کرے گا۔

۳۲۔ اور قریش کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی نہ اس کو جو انہیں مدد دے۔

۳۳۔ اگر کوئی یثرب پہ لوٹ پڑے تو ان یہودیوں اور مسلم) میں باہم مدد ہو گی۔

۳۴۔ اور اگر ان کو کسی صلح میں مدعو کیا جائے تو وہ بھی صلح کریں گے اور اسمیں شریک ہوں گے۔

۳۵۔ ہر گروہ کے حصے میں اسی رخ کی مدافعت آئے گی جو اس کے بالمقابل ہو۔

۳۶۔ اور یہ کہ یہ حکمنامہ کسی ظالم یا عہد شکنی کے آڑے نہیں آتے گا جو جنگ کو نکلے گا۔ تو بھی امن کا مستحق ہو گا۔ اور جو مدینہ میں بیٹھا رہے تو بھی امن کا مستحق ہو گا۔ ورنہ ظلم اور عہد شکنی ہو گی۔ اور خدا اس کا نگہبان ہے۔ جو وفاشعاری احتیاط کرے۔

خیال رہے کہ یہ سلسلہ کی بات ہے رالله کا رسولؐ اپنے وطن سے ہجرت کر کے مدینہ میں ابھی ابھی آیا ہے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی جا رہی ہے۔ یہ چند دفعات اس بنیادی اور تاریخی دستور کی ہیں۔ جو اللہ کے رسولؐ نے نظام مصطفیٰ قائم کرنے کے لیے ایک نئی ابھرتی ہوئی ریاست کے حکمران اور رعایا کو دیئے ہیں۔ اس دستور کی مختلف دفعات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جنگ کی شرائط امن کے قیام باہمی اخوت اور بھائی چارے کے اصول اور پُرامن زندگی بسر کرنے کے رہنما اصول موجود ہیں۔ اس دستور کی روشنی میں اللہ کے آخری رسولؐ نے جو دس برس تک اس ریاست کے استحکام اور ترقی اور رعایا کے امن و سکون اور خوشحالی کے لئے جو محنت اور کوشش کی اس کے نتائج دنیا نے سر کی آنکھوں سے دیکھ لیے اور تاریخ نے اپنے اوراق میں ان حسین یادوں کو محفوظ کر لیا۔

نظام مصطفیٰ یا اسلامی دستور کے ماخذ چار ہیں۔

۱۔ اللہ کی کتاب یعنی کتاب جو اللہ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے اپنے برگزیدہ بندے محمد رسول اللہ پہ نازل فرمائی۔

۲۔ سنت رسولؐ یعنی محمد رسول اللہؐ نے کتاب اللہ کی جو تشریح بتائی اور الٰہی تعلیمات پہ عملی طور پہ کاربند ہونے کیلئے کتاب الٰہی کی جو عملی تعبیر کی۔

۳۔ اللہ کے رسول نے کتاب اللہ کی تعلیمات اور اپنی تشریحات کی بنا پہ جو معاشرہ تشکیل دیا۔ ان کی عملی زندگی جسے اصطلاح میں تعامل صحابہ کہتے ہیں۔

۴۔ ضروریات زمانہ کے تحت نئے مسائل پیدا ہوتے کی صورت میں گزشتہ تین ماخذوں کی روشنی اور رہنمائی میں اجتہاد کر کے نئے مسائل کا حل تلاش کرنا۔

اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ اسلامی قانون کا اصل ماخذ تو کتاب اللہ ہی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ اس کی علمی و ادبی، قانونی اور اصلاحی حیثیت کیا ہے۔

اللہ کے رسول نے کتاب اللہ کی روشنی میں انسانیت کو جو پہلا دستور دیا اس کے دو پہلو ہیں جنگ اور صلح قدرتی بات ہے کہ جب کوئی قاری مدینہ کی اس چھوٹی سی ریاست کے دستور کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ بات ابھرتی ہے کہ اس ریاست کی وسعت کے لیے یقیناً جنگ کا سلسلہ شروع کیا گیا ہو گا۔ اور جیسے تاریخ سے کچھ واقفیت ہو تو وہ اس میں پڑھ جاتا ہے کہ مکہ والوں نے پورے عرب کے تعاون سے اس نوخیز ریاست کو نابود کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ لہٰذا اس کے تحفظ کے لیے بھی جنگ ضروری ہے۔ چنانچہ ابتدائی جنگوں کا مطالعہ کیا جائے۔ تو وہ مدینہ کے قرب وجوار میں ہی لڑی گئیں۔ بدر سوا کلو میٹر، احد ۳ کلو میٹر، احزاب ۳ کلو میٹر یعنی لڑنے والے سینکڑوں میل دور سے غراتے ہوئے مدینہ پہ یلغار کرتے آئے۔ تو اہل مدینہ کو محمد رسول اللہ نے جنگ کے آداب بھی سکھائے ہوں گے۔

جنگ میں جو جانی نقصان ہوتا ہے۔ اس سے کون واقف نہیں۔ آیئے ذرا اعداد و شمار کا مطالعہ کریں۔ نبی کریم کے دس برس میں کل ۲۸ جنگیں ہوئیں۔ ان میں مقتولین کی تعداد ۱۰۱۸ ہے۔ یہ تعداد دونوں طرف کے مقتولین کی ہے۔ اگر اوسط نکالیں تو ہر ۱۲ مقتول فی جنگ بنتے ہیں۔ اب ذرا جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں روس ۱۷ لاکھ، جرمنی ۱۶ لاکھ، فرانس ۱۳ لاکھ ستر ہزار، آسٹریا ۸ لاکھ، برطانیہ ۷ لاکھ ۶ ہزار، ترکی ۴ لاکھ ۵ ہزار، بلجیم ایک لاکھ دو ہزار، بلغاریہ ایک لاکھ، رومانیہ ایک لاکھ، سرویا ایک لاکھ، امریکہ ۵۰ ہزار، میزان ۳۰، لاکھ ۳۸ ہزار۔

۴۲ جنگوں کے نتیجے میں کیا ملا۔ ایک مثالی حکومت سے مثالی معاشرہ مثالی تہذیب اور انسانی اقدار کا فروغ اور ان کے مقابلے میں جنگ عظیم کی وسیع بربادی کے باوجود کیا ملا۔ مستقل نفرت اور دوسری جنگ عظیم کے لیے پوری مستعدی سے تیاری۔ محمد رسول اللہ نے جنگ کے جو آداب سکھائے وہ یکجا طور پہ آپ کے پہلے شاگرد اور پہلے خلیفہ ابوبکر صدیقؓ کے الفاظ میں ملتے ہیں۔ آپ نے شام کی طرف فوجیں روانہ کرتے وقت ۱۰ ہدایات دی تھیں۔

۱۔ عورتیں، بچے اور بوڑھے قتل نہ کئے جائیں۔

۲۔ کسی کا مثلہ نہ کیا جائے۔

۳۔ راہبوں اور عابدوں کو نہ چھیڑا جائے۔ ان کے عبادت خانوں کو نہ گرایا جائے۔

۴۔ پھلدار درخت اور فصل تباہ نہ کی جائے۔

۵۔ آباد شہروں کو تباہ نہ کیا جائے۔

۶۔ جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔

۷۔ بدعہدی نہ کی جائے۔

۸۔ جو لوگ اطاعت کریں ان کے جان و مال کا وہی احترام کیا جائے جو مسلمانوں کے جان و مال کا ہے۔

۹۔ مال غنیمت میں خیانت نہ کی جائے۔

۱۰۔ جنگ میں پیٹھ نہ پھیری جائے۔

اسلامی فوج نے ہمیشہ ان اصولوں کو پیش نظر رکھا۔ آج مغرب اپنی تہذیبی لیڈرشپ کا مدعی ہے۔ کیا ان اصولوں کے سامنے ہیروشیما کو رکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے کہ انسانیت روبہ ترقی ہے۔ یا یہ کہ ترقی معکوس ہے۔

یہ وہ منظر ہے جو صلیبی جنگوں کے دوران عیسائیوں نے پیش کیے۔

۷۰ ہزار آدمی قتل کئے گئے یا جلائے گئے۔

اس کے مقابلے میں ۱۱۸۷ء میں سلطان صلاح الدین ایوبی نے یروشلم فتح کیا۔ اور کسی سے انتقام نہیں لیا بلکہ عام معافی دیدی۔

اور تمام یونانی اور شامی عیسائیوں کو وہاں پر امن زندگی بسر کرنے کی اجازت دیدی۔

۱۸۷۰ء کی جنگ میں جرمنی فوجوں نے پیرس پر گولہ باری کی تو شہری آبادی کو بھون ڈالا۔ اس کے تھوڑے عرصے بعد امیر البحر کا ایک مضمون شائع کیا۔ جو بہت مقبول ہوا۔ آئندہ جنگ میں ہمیں توقع رکھنی چاہیئے کہ مسلح بیڑے اپنی قوت ضرب و تخریب کا رخ ساحلی شہروں کی طرف پھیر دیں گے۔ خواہ وہ شہر قلعہ بند ہوں یا نہ ہوں۔ خواہ وہ وسائل مدافعت رکھتے ہوں یا نہ ہوں وہ ان کو جلائیں گے۔ تباہ کریں گے۔

مسلمانوں نے میدان جنگ میں اور مخالف اقوام کے ساتھ برتاؤ کرنے میں ہمیشہ ان اصولوں کو سامنے رکھا۔ جو اللہ کی کتاب نے سکھائے۔ اور محمدؐ رسول اللہ نے ان اصولوں پہ عمل کرنے کا طریقہ سکھایا جس کی ایک جھلک ابو بکر صدیقؓ کی ہدایات میں دکھائی گئی ہیں۔ اسی کا اثر تھا کہ نہایت قلیل عرصہ میں قوموں کی قومیں اور ملکوں کے ملک مسلمانوں کے زیر نگیں آتے چلے گئے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے لوگ پہلے ہی منتظر بیٹھے تھے کہ کوئی قوم اُٹھے جو منصفانہ اور شریفانہ حکمرانی کا منظر پیش کرے۔

میدان جنگ میں کسی قوم کے جوہر دیکھ کر اس امر کا اندازہ نہیں ہو سکتا کہ یہ قوم حالت امن میں حکمرانی اور نظام سلطنت کی اہلیت بھی اسی درجے کی رکھتی ہے۔

فاتحانہ صلاحیتیں اور انتظامی قابلیتیں بہر حال ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ نہ ان کو ایک ہی سمجھنا ضروری ہے جہاں تک سیاسی اصولوں کا تعلق ہے۔ اسلام نے تین رہنما اصول دیئے ہیں۔

۱۔ کوئی شخص و قوم یا طبقہ حاکمیت کا منصب نہیں رکھتا۔ حاکم اعلیٰ صرف رب العٰلمین ہے۔ باقی سب رعیت ہے۔

۲۔ قانون سازی کے اختیارات اللہ ہی کو حاصل ہیں۔

۳۔ سیاست اس قانون پہ قائم ہو گی جو اللہ کی طرف سے اس کے نبیؐ کے ذریعے ملا۔ گورنمنٹ صرف اس حیثیت سے اطاعت کی مستحق ہو گی کہ وہ اللہ کے قانون کو نافذ کرنے والا ادارہ ہے ان رہنما اصولوں کی روشنی میں حکمرانی کا جو تفصیلی نقشہ بنا اس کا عملی جائزہ لینے کیلئے پورا دفتر درکار ہیں۔

نبی کریمؐ کے جانشینوں یعنی خلفائے راشدین کے متعلق فرنچ مؤرخ لکھتا ہے۔

خلفائے راشدین نے یہ سمجھ لیا کہ مذہب اور نظام حکومت بزور شمشیر نہیں جاری ہو سکتے۔ اور ہم نے دیکھا ہے کہ جہاں کہیں وہ گئے۔ شام، مصر، اندلس وغیرہ میں انہوں نے مفتوحہ اقوام سے نہایت نرمی کا سلوک کیا اور ان کو قانون نظامات اور مذہب کی آزادی دی۔ اور اس امن و امان کے بدلے جس کی انہوں نے ذمہ داری لی۔ ان سے ایک صحیح محصول لیا۔ جو مقدار میں اس سے کم تھا۔ جو وہ پہلے دیتے تھے۔ دنیا میں کبھی ایسے متحمل اور روادار ملک گیر نہیں ہوئے۔ اور نہ نرم اور مہربان کوئی مذہب ہوا۔ (موسیو لیبان۔ تمدن عرب)۔

نظام مصطفیٰ کا یہ مختصر سا تعارف ہے۔ اس کی برکات کا محض اجمالی بیان ہے اور دنیا کے حالات سے ظاہر ہے کہ پوری انسانیت امن و سکون شرافت اور انصاف کے لیے ترس گئی ہے اور اسکی عالمگیر بیماری کا ایک ہی علاج ہے کہ خدا کے ملک میں خدا کی حکومت ہو، خدا کی سلطنت میں اسی کا قانون رائج کیا جائے۔ اس کے بغیر انسانیت کی فلاح کی کوئی صورت نہیں۔

فطرت انسانی

صفحہ ۹ سے آگے

ٹھیک ٹھاک میاں سیدھے ہو جاؤ۔ ٹھیک سیدھے۔ اُس دین حنیف کی طرف جس میں کوئی اینچ پینچ نہیں ہے اپنے آپ کو اللہ کے روبرو لے جاؤ۔ حاضری میں غائبانہ، جو کچھ کرتے ہو ایسا کرو کہ تم اللہ کو اپنے سامنے دیکھ رہے ہو،

اللہ کریم تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق عطا فرمائے

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

خطبہ جمعتہ المبارک

حضرت شیخ المکرم محمد اکرم ۲۳ فروری ۱۹۸۷ء

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ شادیاں ہوئیں جن میں سے پہلی بیوی اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت زینب اُم المساکین رضؓ کا انتقال آپؐ کے سامنے ہوا۔ باقی نو بیویاں آپؐ کے وصال تک زندہ تھیں۔ اس پہلو پر دشمنانِ اسلام خاص کر متعصب عیسائیوں نے ایک آڑ بنا کر جناب مصطفیٰؐ اور اسلام پر نہایت تعصب اور عناد و بغض اور کینہ سے نکتہ چینی کی جس کے جوابات حقائق کی روشنی میں دیئے گئے اور اسقدر مطمئن کن تھے کہ ایمان و انصاف اور دیانتداری کے جذبہ کے تحت نامسلم محققین نے بھی اس موضوع پر قلم اٹھایا۔ پنڈت سندر لال کا یہ مضمون اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ آئیے ایک نامسلم کا عقیدہ حضورؐ کے ساتھ دیکھیں۔ افسوس کہ موجودہ دور کا مسلمان اسقدر پست ذہنیت ہے کہ وہ پنڈت سندر لال صاحب کا سا عقیدہ بھی نہیں رکھتا۔ آج کے ایک سید صاحب کو یہ کہتے سنا کہ "پیغمبر اسلام" نے کئی کثیر شادیاں عیش کیلئے کی تھیں۔ نعوذ باللہ۔ میں ایک ہندو مورخ کا مضمون نقل کر رہا ہوں مبادا پڑھنے والے کی تسکین کا باعث بن سکے۔

(محمد اکرم علی عنہ)

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں

پنڈت سندر لال - آستانہ دلی

محمد صاحب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پہلی شادی ۲۵ سال کی عمر میں ہوئی۔ اس ۲۵ سال تک عرب اور خاص کر مکہ کی گری ہوئی ہوا میں بھی محمدؐ صاحب کا جیون بے داغ رہا۔ جبکہ ان کی عمر کے لڑکے عیش و آوارگی میں اپنا وقت کھوتے تھے محمدؐ صاحب یا تو پہاڑوں پر اکیلے بکریاں چرایا کرتے یا ایکانت میں بیٹھے سوچا کرتے تھے۔ محمدؐ صاحب کی اس زمانے کی نیک چلنی پر آج تک کوئی انگلی نہیں اٹھا سکا۔

پچیس سال سے پچاس سال کی عمر تک انہوں نے اپنی بیوی خدیجہؓ سے جو ان سے ۱۵ سال بڑی تھیں۔ اپنا دھرم سچائی سے نبھایا۔ ایک آدمی کی بہت سی بیویوں کا رواج سارے پورے عرب اور اس زمانہ کے قریب قریب سارے دیشوں میں اتنا عام تھا کہ محمدؐ صاحب کے علاوہ ان دنوں مکہ کے بڑے لوگوں میں شاید کم ہی ایسے رہے ہوں گے جن کی ایک ہی بی بی ہو۔

ان دوسرے پچیس سالوں کے بارے میں ایک مورخ "رمداس کار" لکھتا ہے۔

"پچیس سال تک محمدؐ صاحب اپنی بڑی عمر کی بی بی کیساتھ وفاداری سے رہے۔ جب وہ پینسٹھ سال کی تھیں تب بھی وہ ان سے ویسا ہی پریم کرتے تھے۔ جیسا اس وقت جب ان کی شادی ہوئی تھی۔ ان تمام پچیس برس کے اندر (محمدؐ صاحب کی نیک چلنی کے خلاف کہیں کسی طرح کا سانس تک نہیں سنائی دیا۔ اس وقت تک کی ان کی زندگی کو خوب غور کے ساتھ شیشے سے دیکھنے پر بھی کوئی دھبہ دکھائی نہیں دیتا!"

خدیجہؓ کے مرنے کے بعد زندگی کے آخری ۱۳ سال میں ان کی نو اور شادیاں ہوئیں ان نو شادیوں کے بارے میں وہی انگاس کار لکھتا ہے "ان میں سے کچھ شادیاں تو اس

خیال سے کی گئیں کہ کچھ عورتوں کے خاوند اسلامی لڑائیوں میں مارے گئے تھے۔ ان کا کوئی سہارا باقی نہ رہا تھا۔ محمدؐ صاحب نے ان کے خاوندوں کو جوشش دلاکر لڑائی میں بھیجا تھا۔ ان بیواؤں کو حق تھا کہ محمدؐ صاحب کا آسرا چاہیں اور محمدؐ صاحب کافی دیاوان تھے باقی شادیوں کا صرف راج کاجی تھا یعنی ایک دوسرے سے خلاف دلوں کے سرداروں کو ایک پریم ڈور میں باندھنا تھا"

یہ بات بھی دھیان میں رکھنی چاہیے کہ ان دنوں عرب میں کوئی بھی عزت والی عورت بنا شادی کئے کسی بھی دوسری صورت میں کسی دوسرے کے گھر میں رہنا پسند نہ کرسکتی تھی۔

ایک دوسرا اتھاس کار لکھتا ہے "بڑ جیال جلین کے خیال سے محمدؐ صاحب بڑے اونچے درجے کے آدمی تھے۔ جیون کی گہرائی میں وہ اتنے گہرے گئے ہوئے تھے کہ یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ اپنی طاقت کو بھوگ بلاس میں کھو ڈالتے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اپنے اثر اور طاقت کو ایکا کرنے کے لیے شادی ایک زبردست ذریعہ ہے۔ کنکھجورے کی ہزار ٹانگوں کی طرح شادی جگہ جگہ اپنی باہیں پھیلا دیتی ہے اور ایسے ایسے ناطے اور رشتے جوڑ لیتی ہے جنہیں وہ ایسے چاٹ جاتی ہے جیسے گھر لنگا چٹان کو یا بے تابی مچھی شکار کو"

قریب قریب ہمارے زمانہ تک یہی اصول یورپ کے راج کاج کا ایک بڑا حصہ رہا ہے۔ یہی غرض تھی جس نے محمدؐ صاحب کو کئی شادیوں کے لیے تیار کیا۔ محمدؐ صاحب کے بڑے مشن کا یہ ایک ضروری حصہ تھا۔ محمدؐ کا ان نو شادیوں کا تھوڑے میں حال یہ ہے۔

خدیجہؓ کے بعد محمدؐ صاحب کی شادی ان کے جیون بھر کے ساتھی حضرت ابوبکرؓ کی لڑکی عائشہؓ کے ساتھ ہوئی۔ عائشہ کنواری تھیں ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے تن من دھن سے مصیبت کے وقت اسلام کی بڑی سیوا کی تھی۔ خدیجہؓ کے مرنے کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے دل میں یہ بات جم گئی کہ میری بیٹی پیغمبر اسلام کو بیاہی جائے۔ انہوں نے بڑی ضد کے ساتھ پیغمبر سے پرارتھنا کی کہ عرب میں کسی ایک کی اس طرح پرارتھنا کو ٹھکرا دینا اس کی بڑی ہیٹی سمجھی جاتی تھی۔ محمدؐ صاحب نے اس پرارتھنا کو مان کر حضرت ابوبکرؓ کو ہمیشہ کے لیے احسان مند بنا لیا۔ اور ساتھ ہی دونوں خاندانوں کو بھی ہمیشہ کے لیے ایک کر دیا۔ اس کے بعد زندگی بھر انہوں نے اور کسی بھی کنواری کے ساتھ شادی نہیں۔ تیسری شادی ایک غریب بڑھیا حضرت سودہؓ کے ساتھ ہوئی۔ سودہؓ محمدؐ صاحب کے ایک شروع کے ساتھی سکران کی بیوی تھیں۔ قریش کے ظلموں سے بچنے کے لیے وہ اپنے پتی کے ساتھ ابتھوپیا چلی گئی وہاں سکران مر گیا اور سودہؓ واپس مکہ آ گئی لیکن کوئی اس کی مدد کرنے والا اور پوچھنے والا نہ تھا۔ رشتہ داروں نے پالنے سے انکار کر دیا۔ بوڑھی اور لاچار سودہؓ کی پرارتھنا

اگر اخذِ فیض کی خواہش ہے تو پہلے اپنی سوچ کا رُخ درست کرو، پھر اپنے اندر ایثار کا جذبہ پیدا کرو۔ ایثار کس کا؟ خواہشِ نفس کا — اپنی رائے کو دین پر مقدم سمجھنے کا، اور یہ چیزیں حاصل ہوں گی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کامل اعتماد، قلبی محبت اور اتباعِ سنت کی انتہائی کوشش کے ساتھ، کسی اہلِ دل کی صحبت میں بیٹھ کر اللہ اللہ کا سلیقہ سیکھنے اور اس پر ہمیشہ کے لیے ڈٹ جانے سے۔

حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہٗ

تصوف اور سلوک نام ہے تعمیر الظاہر و الباطن کا، جس طرح ظاہری علوم (کما حقہ) بغیر صحبت استاد محال ہیں اسی طرح باطنی علوم بھی بغیر شیخ کے محال ہیں۔ منازل سلوک ورا الورا کا معاملہ ہے بغیر استناد کے کس طرح حاصل ہو سکتے ہیں۔ منازل سلوک، مراقبہ احدیت سے لے کر فنا فی اللہ اور فناء در فنا تک جن میں مراقبہ فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے یہ بنیادی منازل ہیں۔ ان پر آگے سلوک کے منازل کی سطح استوار ہوتی ہے۔

حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ

پر محمدؐ صاحب نے اس سے نکاح پڑھ کر اس کو اپنے گھر میں رہنے کی راہ نکال دی۔ چوتھی شادی حضرت عمرؓ کی بیوہ لڑکی حفصہؓ کے ساتھ ہوئی۔ حفصہؓ کا خاوند بدر کی لڑائی میں مارا گیا (جنگ بدر میں حضرت حفصہؓ کے شوہر حضرت خنیسؓ زخمی ہوئے تھے اور بعد میں انہی زخموں کی وجہ سے وفات ہوئی) حضرت عمرؓ نے اپنی بیوہ لڑکی کی شادی پھر سے کسی اچھے مسلمان سے کرنی چاہی انہوں نے حضرت عثمانؓ سے کہا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ سے ذکر کیا۔ مگر انہوں نے بھی خاموشی اختیار کی جس سے حضرت عمرؓ کو بعید رنج ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کا رتبہ مسلمانوں میں بہت اونچا تھا۔ حضرت عمرؓ تیز مزاج تھے انہوں نے ان انکاروں کو بھی اپنی بے عزتی سمجھا لکھا ہے کہ سارے مسلمانوں میں جھگڑا پھیلنے کا ڈر تھا محمدؐ صاحب کو پتہ چلا حضرت عمرؓ کو ٹھنڈا کرنے اور جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے حفصہؓ کے ساتھ خود بیاہ کر لیا۔ پانچویں شادی احد کی لڑائی کے ایک سال بعد امیہ کی لڑکی ہندہ سے ہوئی۔ امیہ بڑا اثر والا آدمی تھا۔ اور احد کی لڑائی میں ہندہ کا خاوند گھائل ہو گیا اور آٹھ مہینے بعد مر گیا۔ بیوہ ہندہ کے کئی بچے تھے جن کے پالنے کے لیے وہ تیز مزاج اور لڑاکا مشہور تھی۔ اس کے سب سے بڑے بیٹے کا نام سلمیٰ تھا جس کی وجہ سے وہ اُمّ سلمیٰ کہلاتی تھی۔ دکھی ہو کر اس نے خود محمد صاحب سے نکاح کی پکار تھا کی انہوں نے مان لیا اور اسے اور اسکے بچوں کو پالنے کا ذمہ لیا۔ چھٹی شادی (یہ ساتویں شادی ہے) اس طرح ہو کہ زینبؓ ان کی پھوپھی کی لڑکی تھی اور زینب کے باپ جحش (صحیح نام جحش ہے) قریش کی دودان شاخ سے تھا۔ یہ بنی دودان اسلام کے مشہور دشمن ابوسفیان کے نزدیکی رشتہ دار تھے لیکن محمد صاحب اور اسلام سے اتنا زیادہ پریم رکھتے تھے کہ ہجرت کے وقت سب کے سب مرد عورت اور بچے گھروں کے تالے لگا کر مدینہ چلے آئے۔ ابوسفیان کو روکنے کے لیے اس خاندان کی مدد محمدؐ صاحب کے لیے بڑی قیمتی تھی۔ مدینہ پہنچنے کے لیے زینب کے والدین نے اس کی شادی محمد صاحب سے کرنا چاہی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ قریش میں خاندان کا بڑا گھمنڈ تھا۔ محمدؐ صاحب اس گھمنڈ کو توڑنا چاہتے تھے۔ اور آدمی آدمی برابر کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے بنی دودان کو منانے کی وجہ سے زینب کی شادی زیدؓ سے کر دی۔ زیدؓ وہ غلام تھے جسے محمد صاحب نے آزاد کیا تھا۔ گھمنڈی بنی دودان کو یہ بات پسند نہ آئی مگر محمدؐ صاحب کے کہنے سننے پر انہوں نے زینب کی شادی زیدؓ سے کر دی۔ زینبؓ کے دل سے نسلی گھمنڈ نہ مٹ سکا۔ ایک گورے عرب سردار کی لڑکی اور ایک غلام سے بیاہی جائے۔ یہ اس سے سہا نہ جاتا تھا۔ دونوں کا جیون سکھی نہ تھا تھک کر زیدؓ نے زینب کو طلاق دینا چاہا اس نے محمدؐ صاحب سے اجازت مانگی مگر محمدؐ صاحب نے پوچھا تو نے زینب میں کوئی برائی دیکھی؟ زیدؓ نے جواب دیا نہیں لیکن میں اس کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ محمد صاحب نے غصے سے کہا "جا اپنی بی بی کو اپنے ساتھ رکھ اور اللہ سے ڈر" لیکن اس ڈانٹنے سے زیادہ عرصہ کام نہ چل سکا۔ اور آخر زیدؓ نے زینب کو طلاق دیدی۔ زینب اپنے باپ کے گھر واپس آ گئی۔ باپ نے کسی دوسرے لوگوں سے زینب کی شادی کرنا چاہی لیکن کسی نے بھی ایسی عورت سے شادی کرنا چاہا۔ جو ایک غلام کی بیوی رہ چکی تھی۔ بنی دودان کو اس میں اپنی بڑی ہیٹی دکھائی دی۔ انہوں نے پھر محمدؐ صاحب سے زینب کو اپنے نکاح میں لینے کی پکار تھا کی محمدؐ صاحب نے زیدؓ اور زینب کو بلا کر پھر سے ان میں صلح کرانے کی کوشش کی مگر کوئی پھل نہ ہوا۔ محمد صاحب کے لیے کوئی چارہ نہ تھا۔ انہوں نے زینب کے ساتھ نکاح کر لیا۔ زینبؓ کی عمر اس نکاح کے وقت پینتیس سال سے اوپر تھی۔

ساتویں شادی ایک بیوہ جویریہؓ سے ہوئی جویریہؓ کا باپ حارث بنی مصطلق قبیلہ کا سردار تھا۔ مدینہ سے دو سو میل دور سمندر کے کنارے حارث مارا گیا۔ اس قبیلے کے کوئی دو سو آدمی مسلمانوں نے پکڑ لیے بنی مصطلق نے صلح چاہی دو قبیلوں یا دلوں میں صلح کی ایک ضروری شرط ان دنوں ہارے ہوئے قبیلے کی طرف سے یہ ہوتی تھی کہ جیتے ہوئے قبیلہ کا کوئی خاص آدمی ہارے ہوئے قبیلہ کی کسی عورت سے شادی کرے اسی رواج پر زور دے رہا ہے۔ ہارے ہوئے یونانی سردار سلیوکس نے جیتے ہوئے موریہ چندر گپت سے صلح کے وقت اس بات کی ضد کی کہ چندر گپت سلیوکس کی ایک لڑکی سے شادی کر لے اور

چندرگپت کو ماننا پڑا۔ محمدؐ صاحب نے بنی مصطلق کی پرار تھنا پر ان کے سردار حارث کی بیوہ لڑکی جویریہؓ کے ساتھ جس کا خاوند لڑائی میں مارا گیا تھا۔ شادی کرکے اس سارے قبیلہ کو مسلمانوں کے ساتھ پریم ڈور میں باندھ لیا۔ اس شادی سے دو سو مصطلق قیدی بنا کسی شرط کے ایک دم چھوڑ دیئے گئے۔

بعد جویریہؓ کی اس شادی کی بات کرتے ہوئے محمدؐ صاحب کی دوسری بی بی (حضرت) عائشہؓ نے کہا تھا "کوئی عورت کبھی اپنے قبیلہ والوں کے لیے اس سے بڑی برکت ثابت نہیں ہوئی جتنی جویریہؓ اپنے لوگوں کے لیے ٹھیک اسی طرح خیبر کی لڑائی کے بعد محمدؐ صاحب نے آٹھویں شادی (در حقیقت نویں شادی تھی) یہودی قبیلہ بنو قریظہ کے سردار خطیب کی بیوہ لڑکی صفیہؓ کے ساتھ صفیہؓ کی دوبارہ شادی پہلے ہو چکی تھی۔ اس کا خاوند خیبر کی لڑائی میں مارا گیا تھا۔ (نویں شادی (یہ دسویں شادی تھی) مکہ کے بڑے حاکم اور اسلام کے دشمن قریش کے سردار ابو سفیان کی لڑکی ام حبیبہؓ کے ساتھ ہوئی۔ ام حبیبہؓ کا پہلا خاوند حبشہ میں اپنے دیش سے دور مرا تھا۔ محمدؐ صاحب کے ساتھ شادی ہونے سے پہلے ام حبیبہؓ کے کئی بچے تھے۔ جن میں سے ایک لڑکی کا نام حبیبہ تھا بیاہ کی غرض بالکل صاف تھی۔

(یہ گیارہویں شادی تھی) دسویں اور آخری شادی ان دنوں مکہ میں ہوئی جب حدیبیہ کی صلح کے بعد محمدؐ صاحب تیرتھ درشن کی یاترا کے لیے مکہ گئے ہوئے تھے۔ یہ شادی ایک قریشی سردار حارث کی بیوہ لڑکی میمونہؓ کے ساتھ ہوئی تھی۔ محمدؐ صاحب نے اپنے ایک چچا کے زور دینے پر یہ شادی کی تھی۔ اور چچا کی غرض پوری ہوئی۔ یعنی اس شادی سے ولید کے بیٹے خالد اور عاص کے بیٹے عمرو دو زبردست دشمن محمدؐ صاحب کی طرف ہو گئے۔

اپنی ان سب بیویوں کے ساتھ محمدؐ صاحب کا برتاؤ ہمیشہ ایک سا رہا۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ اس وقت تک شاید دنیا کے کسی دیش میں بھی ایک آدمی کی ایک سے زیادہ بیویاں ہونا کسی طرح برا نہ سمجھا جاتا تھا۔ اور محمدؐ صاحب کی ان شادیوں کی غرض صاف تھی۔ محمدؐ صاحب کے دو لڑکے چار لڑکیاں ہوئیں۔ دونوں لڑکے بچپن میں ہی مر گئے تھے۔ تین لڑکیوں کی شادیاں انہوں نے عرب کے ہمسائے دیش حرم کے لوگوں میں کیں اور ایک

باقی صفحہ ۵۵ پر

لے: رسول اللہؐ نے ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے انتقال کے بعد نو کی بجائے دس شادیاں کیں حضرت سودہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت زینبؓ ام المساکین۔ حضرت ام سلمیٰؓ، حضرت زینبؓ بنت جحش۔ حضرت جویریہؓ، حضرت ام حبیبہ، حضرت میمونہؓ، حضرت صفیہؓ۔ پنڈت جی کو حضرت زینب بنت جحش اور حضرت زینبؓ ام المساکین کے نام کی مماثلت کی وجہ سے سہو ہو گیا ہے کیونکہ حضرت زینبؓ ام المساکین کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ ان کی شادی عبداللہ بن جحش سے ہوئی اور ان کی شہادت جنگ اُحد میں ہونے کے بعد حضورؐ سے شادی کی تھی آپ مساکین کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ اس لیے نام ام المساکین پایا۔ (مدیر)۔

لے (۲): پانچویں شادی حضرت زینبؓ ام المساکین کے ساتھ ہوئی اور چھٹی ہندہ سے اور ان کے والد کا نام سہیل ہے اور ابو امیہ کنیت۔

لے: ابن اسحاقؒ نے مغازی میں آٹھویں شادی کا واقعہ اس طرح سے بیان کیا کہ حضرت جویریہؓ کے باپ حارث نے مدینہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا جو بنو المصطلق کا سردار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے تحقیق حال کے لیے حضرت بریدہ بن حصیب اسلمیؓ کو وہاں بھیجا۔ انہوں نے اس خبر کی تصدیق کی اور حضورؐ نے دفاعی جنگ کا اعلان کیا۔ بالآخر دو سری شعبان کو مسلم فوجیں مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر تو منزل پر مریسیع میں مقام کیا۔ حارث مقابلہ سے فرار ہو گیا۔ لیکن اہل مریسیع نے جنگ شروع کر دی۔ مگر شکست کھائی۔ ۶۰۰ آدمی گرفتار ہوئے دو ہزار اونٹ، پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں آئیں۔ گرفتار ہونیوالوں میں حارث کی بیٹی ام المومنین جویریہ بھی تھیں۔ تقسیم کے وقت ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں اور فدیہ ہو کر آزاد ہو گئیں۔ ابن سعد نے طبقات میں لکھا کہ آزاد ہونے پر حضورؐ نے ان سے نکاح کر لیا۔ اس پر تمام صحابہ نے فیصلہ کر لیا کہ اس خاندان کے تمام افراد کو رہا کر دیا جائے۔

لے: ام المومنین صفیہؓ کے والد کا نام حی بن اخطب ہے جو بنی نضیر کا سردار تھا۔ والدہ کا نام ضرہ تھا جو سموال سردار بنو قریظہ کی بیٹی تھی۔ شمال عرب کے یہودی قبائل سے بیحد اہم اور ممتاز ہے۔

جستہ جستہ

مولانا محمد یونس ندوی، ترتیب: ابوالحسن نقوی

(۱)

حضرت عمرؓ بن الخطاب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہر وقت ڈوبے رہتے تھے، آنحضرتؐ کی وفات کے بعد آپ پہ وارفتگی طاری ہو گئی تھی، جب رسول اللہ کا زمانہ یاد آتا تو روتے روتے بے تاب ہو جاتے تھے ایک مرتبہ شام کے سفر میں حضرت بلالؓ نے مسجد اقصیٰ میں اذان دی تو آپ کو پھر وہ بابرکت زمانہ یاد آگیا۔ بھولا ہوا غم دوبارہ تازہ ہو گیا، حضرت بلال کی آواز میں اس کھوئے ہوئے درد کی آہٹ محسوس کی، حضورؐ کی یاد نے بے تاب کر دیا اس قدر روئے ہچکیاں بندھ گئیں۔

(بحوالہ فتوح الشام از وی فتح بیت مقدس)

(۲)

حضرت امام مالکؒ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ہر وقت ڈوبے رہتے تھے، مدینہ سے باہر اس خوف سے نہیں جاتے تھے کہ کہیں موت نہ آجائے اور وہ مدینہ سے دور رہیں۔ مدینہ کی گلیوں میں چلتے تو قدم سنبھال کر رکھتے کہ کہیں حضورؐ کا قدم مبارک نہ پڑا ہو اسی محبت کا نتیجہ ہے کہ ابوسعید حلیہ میں مثنی بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالکؒ نے ارشاد فرمایا کہ میری کوئی رات ایسی نہیں گزری جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف نہ ہوا ہوں۔

وہ جن پہ تو نے محبت کی کھول دی راہیں
تیرے حضور وہی لوگ سرفراز ہوئے

(۳)

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

(۱) انسانی دعاؤں کی حیثیت ہتھیار کی ہے اور جب ہتھیار مضبوط اور تیز ہوں تو مصیبتوں سے بچاؤ رہتا ہے لیکن یہ اسی صورت

آپ کی رائے

جناب محترم مدیر صاحب 'المرشد' دارالعرفان منارہ،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہونگے "المرشد" کا ماہ مارچ کا شمارہ ملا۔ اخبارات میں حکومت پنجاب کی طرف سے ماہ فروری کے شمارے کو ضبط کرنے کے قابل مذمت اقدام کے بارے میں پڑھ کر دکھ ہوا تھا۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تازہ شمارہ اب تک سرکار کی دستبرد سے محفوظ ہے

"المرشد" کے ساتھ میری دلی، جذباتی اور ایک حد تک ہیجانی کیفیت کی محبت ہونے لگی ہے اسی محبت کے جذبے کے تحت رسالے کی صوری خوبیوں کو اس کی معنوی خوبیوں کے ہم پلہ دیکھنے کی تمنا رکھتا ہوں۔ صرف دو گذارشات اس ضمن میں پیش کرتا ہوں۔

۱۔ رسالے کے اندر اردو اور عربی متن میں پروف کی غلطیاں بہت زیادہ رہ جاتی ہیں۔ لوح پر جن ہستیوں کے اسمائے گرامی لکھے جاتے ہیں۔ یہ غلطیاں ان ناموں کے ساتھ زیب نہیں دیتیں۔ خاص کر ایک حافظ قرآن اور عالم فاضل مدیر کے ہوتے ہوئے آیاتِ کریمہ کی تحریر میں جا بجا غلطیاں نہیں ہونی چاہیں۔ اس طرف خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔

۲۔ "المرشد" کا کاتب بھی اپنی کتابت کے آئینے میں موجودہ دور کے مسابقاتی مارکیٹ میں کسی معیار پر پورا نہیں اترتا کم از کم ترجمان القرآن لاہور یا دعوت پشاور کے معیار کا کاتب ہونا چاہیئے۔ دعاؤں میں یاد رکھنے کی استدعا، نیازمند فقیر عنایت اللہ فیض۔ خریداری نمبر ۱۵۵۱۔

(آپ کے قیمتی مشورے پر عمل کی ابتداء کر دی ہے۔ اس شمارے میں کچھ تبدیلیاں نظر آئیں گی۔ انشاء اللہ مزید بہتر بنانے کی کوشش جاری رہے گی۔ اپنے تمام قارئین سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنے مفید مشوروں سے ضرور مطلع فرماتے رہا کریں۔ مدیر)

ہیں ممکن ہے جب کہ دعا بذاتِ خود بھلی ہو اور دعا مانگنے والے کی زبان اور دل ایک ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہوں اگر ان شرطوں میں سے کسی میں بھی کمی ہوئی تو دعا کے قبول ہونے میں مجھے شک ہے۔

(۱) اطاعت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ قلب منوّر ہو جاتا ہے اور اس کی روشنی تمام تاریکیوں کو ختم کر دیتی ہے یہاں تک ایک وقت ایسا آتا ہے کہ قلب کی حالت مثلِ آئینہ کے ہو جاتی ہے اور شیطان جب بھی کوشش کرتا ہے کہ اس چمکتے دمکتے آئینہ کے قریب ہو تو اس کی گرمی اس کو نقصان پہنچاتی ہے آخر کار شیطان اس قلب سے اتنا خوفزدہ ہو جاتا ہے جیسے ایک بکری شیر یا بھیڑیئے کو دیکھتے ہی کانپ اٹھے، جب شیطان اس قلب سے ناکام و نامراد واپس ہوتا ہے تو شیاطین جمع ہوتے ہیں اور آپس میں سوال کرتے ہیں کیا ہوا؟ پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ انسان کے قلبی نور نے مارا۔

(۱۱) جب تم یہ محسوس کرو کہ تمہاری عقل فانی چیزوں کو ترجیح دیتی ہے، ہمیشگی اور باقی رہنے والی اشیاء سے تو سمجھ لو کہ عقلی توازن برقرار نہیں ہے اور جب تمہارے دل سے اللہ کی محبت اور اس سے ملنے کی تمنا رخصت ہو جائے اور اس کی جگہ مخلوق کی محبت گھیر لے،

دنیاوی چیزوں کو زیادہ پسند کرنے لگے تو سمجھ لو کہ اس کی موت ہو گئی ہے اور جب تمہاری آنکھ خدا کے خوف میں ایک قطرہ آنسو گرانے سے انکار کرے تو سمجھ لو کہ قساوت قلبی کی انتہا ہے اور جب تمہارا نفس خدا کی یاد سے گھبرانے لگے دنیا اور دنیا والوں کی باتوں میں دلچسپی لینے لگے تو یہ جان لو کہ اب تمہارا اور اس کا راستہ الگ ہو چکا ہے کیونکہ یہ علامتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ ایمانی مزاج بیمار ہے اور خواہشات کی نبض زوروں پر ہے۔

(الجواب الکافی — بدائع الفوائد — ابن قیمؒ)

(۴)

احمد بن نصرؒ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم گزرے ہیں مشہور عباسی خلیفہ واثق نے اس حق گوئی پر کہ یہ خلق قرآن کے قائل نہ تھے برسرِ عام قتل کرا دیا، ابراہیم بن اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ جب ان کا سر تن سے جدا کر دیا گیا تو لوگوں نے سنا کہ وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہے مجھ کو بھی اشتیاق ہوا کہ اس واقعہ کو دیکھوں چنانچہ جب رات کا سناٹا بڑھ گیا اور ہر طرف تاریکی چھا گئی تو میں نے سنا سر سے آواز آ رہی تھی۔ الٓمٓ

"آحسب کیا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ محض اس لئے کہ ہم ایمان لائے چھوڑ دیئے جائیں گے اور وہ آزمائے نہ جائیں گے" یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ ان پر حریر و دیباج کے کپڑے ہیں اور سر پر تاج ہے میں نے دریافت کیا کہ میرے بھائی خدا نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے انہوں نے جواب دیا میرے پروردگار نے مجھے بخش دیا اور جنت عطا فرمائی۔"

ایک دوسرے بزرگ ابو جعفر انصاریؒ نے بھی حضرت احمد بن نصرؒ کو خواب میں دیکھا تو فرما رہے تھے کہ اس شہادت کی وجہ سے میرے رب نے اپنا دیدار نصیب فرمایا۔

(طبقات الحنابلہ)

شادیاں

صفحہ
۵۳ سے آگے

لڑکی فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے کی۔

لے: حضور کی بڑی لڑکی حضرت زینبؓ کی شادی ابو العاص سے ہوئی تھی جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے۔ دوسری صاحبزادی حضرت رقیہؓ کی شادی ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوئی اور تیسری صاحبزادی حضرت اُم کلثومؓ کی شادی ابولہب کے دوسرے لڑکے عتیبہ سے ہوئی۔ حضور کے اعلانِ نبوت پر ابولہب نے بیٹوں کو مجبور کیا چنانچہ انہوں نے طلاقیں دیدیں۔ اور حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے ہوئی اور ۲ھ میں حضرت رقیہؓ کا انتقال ہو گیا۔ تو ۳ھ میں حضرت ام کلثومؓ کی شادی بھی حضرت عثمان غنیؓ سے کر دی گئی۔ اسی لیے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کہا جاتا ہے۔